عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

مؤسس

ملتان

شمارہ: ۷ جلد: ۱۸ | رجب المرجب ۱۴۳۵ھ مئی 2014

Email: khatmenubuwwat@ymail.com

مسلسل اشاعت کے ۲۴ سال

حضرت اویس بن عامر قرنی رحمۃ اللہ علیہ

سیرت النبی ﷺ قبل از اعلان نبوت

[illegible] اور اصل حقائق

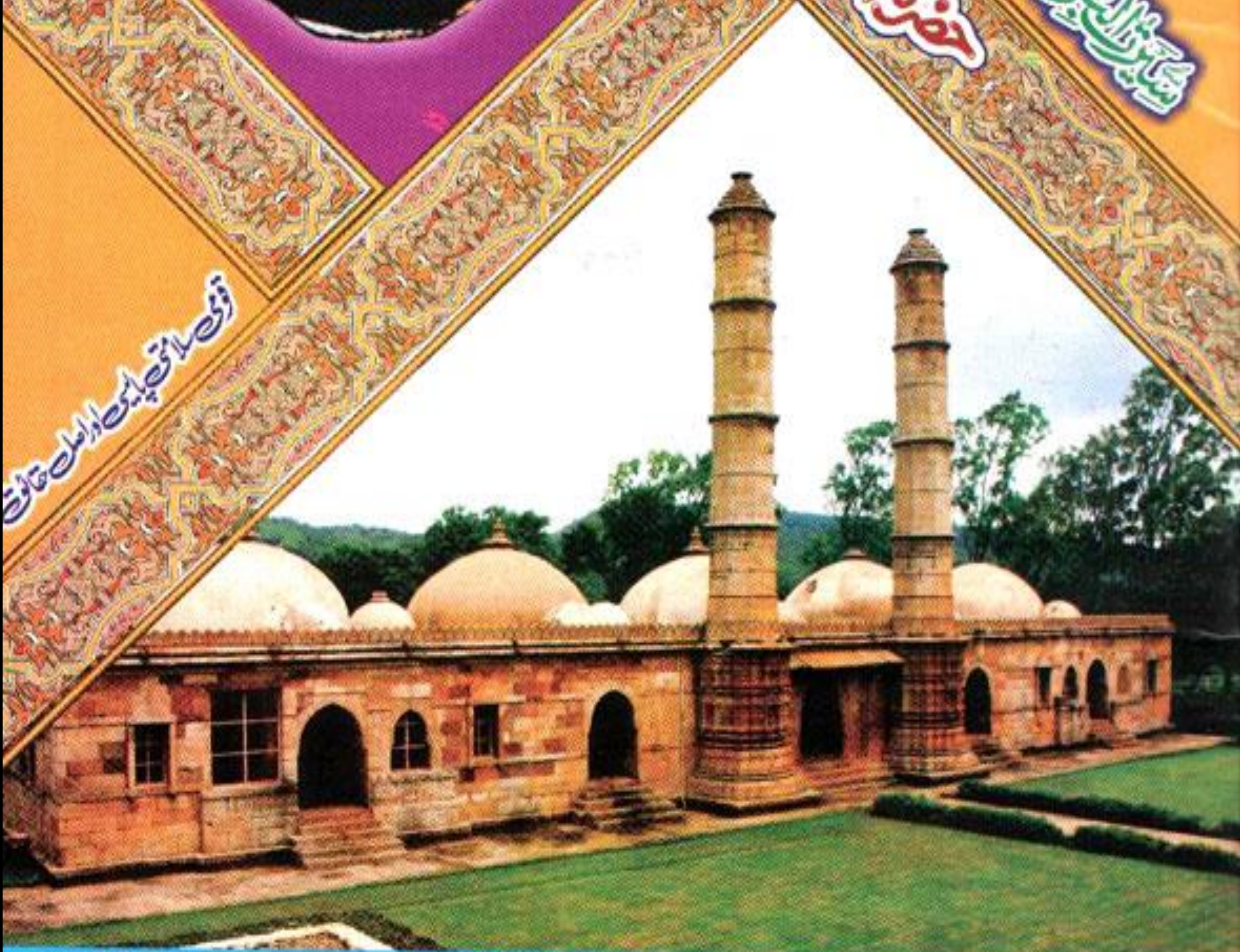

چند باتیں دوسرے جہان کی

حج محمد اکبر خان

قادیانیوں سے بائیکاٹ کیوں

www.khatm-e-nubuwwat.com, www.lolaak.clickhere2.net, www.laulak.info

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ: ۷ ○ جلد: ۱۸

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ
صاحبزادہ طارق محمودؒ

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینیؒ
حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
حضرت مولانا سعید احمد جلالپوریؒ

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب

زیر سرپرستی: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد

حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

مرتب: مولانا عزیز الرحمن ثانی

کمپوزنگ: یوسف ہارون

مجلسِ منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا فقیر اللہ اختر	مولانا مفتی حفیظ الرحمن
مولانا عبدالرشید غازی	مولانا قاضی احسان احمد
مولانا غلام حسین	مولانا محمد طیب فاروقی
مولانا محمد اسحاق ساقی	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا غلام مصطفیٰ	مولانا محمد حسین ناصر
چوہدری محمد اقبال	غلام مصطفیٰ چوہدری ایڈووکیٹ
مولانا عبدالرزاق	مولانا محمد قاسم رحمانی

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

ناشر: عزیز احمد مطبع: شکیل نو پرنٹرز ملتان مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمۃ الیوم

قومی سلامتی پالیسی اور اصل حقائق	مولانا عبداللہ معتصم	3

مقالات ومضامین

سیرت النبی ﷺ ...... قبل از اعلان نبوت	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	6
حضرت اویس بن عامر قرنی رحمۃ اللہ علیہ	مولانا عزیز الرحمٰن ثانی	8
فتنہ انکار حدیث......ماضی وحال کے تناظر میں (قسط نمبر2)	مولانا محمد رضوان عزیز	11
چند باتیں دوسرے جہان کی	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	13
ایک ہفتہ......حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دیس میں (قسط نمبر4)	مولانا اللہ وسایا	18
عالم ارواح ...... برزخ وحشر میں تذکرۂ ختم نبوت	مولانا محمد علی صدیقی	27

شخصیات

حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ	مولانا محمد زین العابدین	29
پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ (قسط نمبر5)	ڈاکٹر مولانا عبدالحلیم چشتی	32
مشائخ تونسہ شریف کی تحریک ختم نبوت میں خدمات (قسط نمبر1)	مولانا عبدالعزیز لاشاری	36
جج محمد اکبر خان رحمۃ اللہ علیہ	جناب ملک خالد مسعود ایڈووکیٹ	40

ردقادیانیت

فتنہ قادیانیت اور اسلامی اصطلاحات (قسط نمبر7)	مولانا شاہ عالم گورکھپوری	41
قادیانیوں سے بائیکاٹ کیوں؟ (قسط نمبر1)	مولانا غلام رسول دین پوری	46

متفرقات

رینجر اہلکار کا قبول اسلام	مولانا محمد قاسم رحمانی	49
تبصرۂ کتب	مولانا عبداللہ معتصم	53
جماعتی سرگرمیاں	مولانا عبداللہ معتصم	55

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

کلمۃ الیوم!

قومی سلامتی پالیسی اور اصل حقائق!

۲۰ رمارچ ۲۰۱۴ بروز جمعرات اسٹیڈیم قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان میں وفاق المدارس العربیہ کے زیر اہتمام ’’تحفظ مدارس دینیہ واسلام کا پیغام امن‘‘ کانفرنس منعقد ہوئی۔ دو نشستوں پر مشتمل اس کانفرنس کا دورانیہ صبح نو بجے تا شام پانچ بجے رہا۔ پہلی نشست کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ نے فرمائی۔ وفاق المدارس کے امتحانات میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء کرام کے پہلے گروپ کو حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور مولانا عبدالمجید چوک سرور شہید نے انعامات وہدایا سے نوازا۔

دوسری نشست حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزق سکندر نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سمیع الحق، قاری حنیف جالندھری، مولانا محمد احمد لدھیانوی، شیخ عبدالعزیز العمار نائب وزیر مذہبی امور سعودی عرب، شیخ محمد بن سعد، مولانا اللہ وسایا، مولانا سید عطاء المؤمن بخاری، مفتی محمد رفیع عثمانی، حافظ حسین احمد اور مولانا عبدالحفیظ مکی کے علاوہ ملک کے طول وعرض سے کثیر علماء ومشائخ نے شرکت کی۔ پنڈال میں صرف پاکستان کا پرچم لہرا رہا تھا۔ اس لئے کہ انہی علماء کی تگ ودتاز اور شبانہ روز محنتوں، مشقتوں سے ہمیں وطن عزیز ملا۔ اس پرچم کو لہرانے والے علامہ شبیر احمد عثمانی مرحوم بھی انہی مدارس کے فیض یافتہ تھے۔ اس لئے آج وطن بچانے کے لئے جب اہل حق اٹھے تو وہی پرچم لہرایا اور اپنے جماعتی پرچموں پر اس نشان وحدت کو ترجیح دی۔

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے علماء کرام، مشائخ عظام، سیاسی ومذہبی رہنماؤں نے حکومت کی دینی مدارس کے حوالے سے قومی سلامتی پالیسی کو مغرب کا ایجنڈا قرار دیتے ہوئے اسے یکسر مسترد کرنے کا اعلان کر دیا۔ قومی سلامتی پالیسی کی شق نمبر۱۲، ۱۳، ۱۴، ۶۲، ۶۳، ۶۴ میں مدارس کے حوالے سے جو افسوس ناک الزامات لگائے گئے ہیں اور دہشت گردی، انتہا پسندی اور دیگر تمام ملکی مسائل کا تمام تر ملبہ اٹھا کر مدارس دینیہ پر ڈالنے کی جو کوشش کی گئی ہے وہ بقول مولانا فضل الرحمٰن مسلم لیگ نہیں بلکہ کسی ’’اور‘‘ کا ایجنڈا ہے۔ سلامتی پالیسی کی ان چند شقوں پر غور وخوض کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ دراصل یہ وہی پرانا جال اور نئے شکاری والا معاملہ ہے۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ سلامتی پالیسی کے نام پر اسلام کی ترویج کرنے والے مدارس کو پابند سلاسل کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ اسلام ہی میں سلامتی ہے۔

اور بچانا عصر حاضر کا اہم ترین تقاضا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یورپی اور افریقی ممالک میں کادیانیت کے خاتمے کا وقت قریب آن پہنچا ہے۔ مختلف علاقوں میں کادیانیت ترک کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ بعدازاں مجلس کے مخلص کارکن جناب محمد شہزاد کی طرف سے دیئے گئے اعزازیہ میں شرکت فرمائی۔ جس میں مفتی ذکاء اللہ، مولانا عبدالحکیم نعمانی، حاجی بشیر احمد جالندھری کے علاوہ شہر بھر کی دینی قیادت اور سماجی وسیاسی شخصیات نے شرکت کی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کا اجلاس

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس امیر مرکزیہ مولانا عبدالمجید لدھیانوی کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مرکزی نائب امیر مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا صاحبزادہ خلیل احمد کندیاں میانوالی، مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی پشاور، مولانا انوار الحق کوئٹہ، مولانا مفتی محمد حسن، مولانا محمد اکرم طوفانی سرگودھا، مولانا سید سلمان بنوری، مولانا اعجاز مصطفی، مولانا مفتی خالد محمود، مولانا سید عبدالمجید ندیم راولپنڈی، مولانا قاضی احسان احمد، قاری خلیل احمد بندھانی سکھر، مولانا مفتی راشد مدنی رحیم یارخان، حاجی سیف الرحمٰن بہاولپور، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد انس، میاں خان محمد سرگانہ ملتان، قاری محمد یاسین فیصل آباد، قاضی فیض احمد ٹوبہ ٹیک سنگھ، حاجی اشتیاق احمد جھنگ، قاری محمد یوسف عثمانی گوجرانوالہ، مفتی محمد بن جمیل خان، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی لاہور، سمیت کئی ایک حضرات نے شرکت کی۔ اجلاس میں ملک بھر میں مجلس کے شعبہ تبلیغ کا جائزہ لیا گیا۔ شعبہ تبلیغ کو مزید موثر بنانے کی تجاویز زیر بحث آئیں۔ مولانا محمد قاسم، مولانا عبدالروف کو کراچی، مولانا محمد حمزہ ٹنڈوالہ یار، مولانا رضوان عزیز، مولانا عبداللہ معتصم ملتان، مولانا محمد وسیم کو چناب نگر کے لئے مبلغ مقرر کرنے کی توثیق کی گئی۔ امریکہ کی قادیانیت کے مسئلہ میں حکومت کو پاکستان پر دباؤ ڈالنے کو ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت قرار دیا گیا اور حکومت سے دباؤ مسترد کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ وفاقی گورنمنٹ کی صوبائی حکومتوں سے گستاخی رسولؐ کے جرم کے ارتکاب میں قید مجرموں کے متعلق رپورٹ مانگنے پر حکومت پاکستان سے کہا گیا کہ ناموس رسالت کے تحفظ کے ایکٹ میں کسی قسم کی تبدیلی، ترمیم، تنسیخ کو مسترد کیا جائے اور حکمرانوں کو متنبہ کیا گیا کہ گستاخ رسولؐ ایکٹ کے خلاف کوئی کوشش برداشت نہیں کی جائے گی۔ قومی پالیسی کے نام مدارس عربیہ کے نظام میں کسی قسم کی مداخلت کو دین میں مداخلت قرار دے کر مسترد کر دیا گیا۔ مذکورہ بالا معاملات میں سٹریٹ پاور کو منظم کرنے کے لئے چاروں صوبائی مقامات پر ختم نبوت سیمینار منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ نیز ۲۳ر مارچ ہری پور ہزارہ، ۱۰ر اپریل کو فیصل آباد، ۱۲ر اپریل کو لاہور بڑے بڑے اجتماعات منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ملتان میں شعبہ تصنیف وتالیف کے لئے مولانا عبداللہ معتصم فاضل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی تقرری عمل میں لائی گئی۔ چناب نگر جامعہ ختم نبوت کے تدریسی وتعلیمی نظام پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اسے مزید توسیع دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ سہ ماہی ختم نبوت کورس ملتان کو ایک سالہ کرنے کا عملی فیصلہ کیا گیا۔ مقام اور تعلیمی نظام کے لئے کمیٹی قائم کردی گئی۔ سال بھر میں وفات پائے جانے والے جماعتی عمائدین کی مغفرت کے لئے دعا کی گئی۔

جماعتی سرگرمیاں

مولانا عبداللہ معتصم

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کا دورہ ساہیوال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مفکر ختم نبوت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے گزشتہ دنوں ساہیوال کا تعلیمی وتربیتی دورہ کیا۔ جامع مسجد صدیق اکبر فرید ٹاؤن میں جمعۃ المبارک کا خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔ حضرت کے بیان کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں: خلوص نیت اور حضور قلب کے ساتھ دفاع ختم نبوت کا فریضہ سرانجام دینے والوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات اور رحمتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور قیامت کے دن حضور ﷺ کی شفاعت وقربت کے حصول کا بہترین ذریعہ حرمت رسول ﷺ کا دفاع کرنا ہے۔ سامراجی قوتوں نے وحدت امت کا شیرازہ بکھیرنے اور مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد کو مٹانے کے لئے خاندانی غلام، مرزا قادیانی کا چناؤ کیا۔ مرزا کادیانی نے جدید نبوت کے نام پر مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر ارتداد پھیلانا شروع کیا۔ امت کے منتخب افراد نے اتحاد ویکجہتی کے ساتھ کادیانیت جیسے سنگین فتنے کی تباہ کاریوں سے بچاؤ کے لئے بروقت مسلمانوں کی راہنمائی کی۔ اسلام کی روشنی مساجد اور صاحب تقویٰ علماء کرام سے ہے۔ تمام کفریہ طاقتیں توہین رسالت اور اسلام کو مٹانے پر اتحاد کر چکی ہیں۔ دنیاوی اغراض ومقاصد کے لئے کسی شکل میں بھی تحفظ ختم نبوت کے مقدس کام میں رکاوٹ ڈالنے والے دنیا میں حکمت ودانائی، علم وعرفان سے محروم اور آخرت میں ذلیل ورسوا ہوں گے۔ کارکنان ختم نبوت اپنی تمام تر توانائیوں سے کادیانیت کے شیطانی چہرے کو ہر فلور پر بے نقاب کریں۔

انہوں نے کہا کہ ختم نبوت کے فضائل ومکارم بیان کرنا اور گلشن ناموس رسالت کی آبیاری کرتے رہنا قافلہ صدیقی میں اپنا نام لکھوانے کے مترادف ہے۔ کادیانی گروہ نصوص قرآنیہ اور آحادیث وآثار صحابہؓ میں قطع وبرید اور تحریف کے ذریعے اسلام کے بنیادی عقائد میں پیوندکاری کرنے میں مصروف ہے۔ کلمہ طیبہ کے معانی ومطالب کو بدنام زمانہ مرزا کادیانی پر چسپاں کرنا ان کا منحوس ومحبوب ترین مشغلہ ہے۔ امت مسلمہ حضور ﷺ کے عہد مقدس سے لے کر اب تک منکرین ختم نبوت کی سرکوبی وانسداد کیلئے برسرپیکار ہے۔ انہوں نے کہا کہ فیضان ختم نبوت سے صحابی، تابعی، تابع تابعی کے مناصب تو سامنے آئے مگر باب نبوت مسدود ہونے کی وجہ سے کوئی بھی موہبت نبوت کے منصب سے سرفراز نہ ہوسکا۔ یوم قیامت آپ ﷺ کا سب سے پہلے قبر مبارک سے اٹھنا، سب سے پہلے شفاعت کرنا اور شفاعت کا قبول ہونا، سب سے پہلے جنت میں داخل ہونا، اور امت محمدیہ کو حوض کوثر کا پانی اور لواء الحمد کا سایہ نصیب ہونا یہ سب ختم نبوت کے مثالی دلائل اور فیضان ختم نبوت کی ایک انمول جھلک ہے۔ انہوں نے کہا کہ تنقیص صحابہؓ کرنے والوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اہانت صحابہؓ کا فتنہ اسلام کیخلاف گہری سازش ہے۔ امت کو غامدیت، کادیانیت، رافضیت، منکرین حدیث اور ڈاکٹر ذاکر نائیک کی اسلام دشمن چالوں سے آگاہ کرنا

پرتاب گڑھی، مولانا عبدالغنی پھولپوری اور حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئی، سہ ماہی مجلہ ’’فغان اختر‘‘ نے آپ سے منسوب خصوصی نمبر شائع کیا ہے جس میں آپ سے متعلقہ مضامین، مقالہ جات، تعزیتی بیانات، منظوم خراج تحسین اور دینی وعملی کارنامے ذکر ہیں۔ کتاب کی طباعت بائنڈنگ اور انتخاب مضامین قابل داد اور سرورق کی ڈیزائنگ داد سے بالاتر ہے۔ پاک وہند کے بڑی بڑی شخصیات کے خامہ کرشمے کتاب میں نظر آتے ہیں۔ خوش اسلوبی اور خوش بیانی کا ایک حسین گلدستہ ہے۔ بعض جگہوں پر تکرار نظر آتا ہے۔ لیکن وہ بھی فائدے سے خالی نہیں۔ پڑھنے والوں کے لئے عظیم تحفہ اور تالیف کے میدان میں خوشنما اضافہ ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ اس کے مرتبین میں مولانا زید العابدین بھی شریک کار رہے۔ حق تعالیٰ ان کو بھی بیش از بیش محنت کرنے کا ثمرہ نصیب فرمائیں۔

سہ ماہی بکھرے پھول، ختم نبوت ایڈیشن: مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ امین اللہ: صفحات: ۸۰: رعایتی قیمت: ۶۰ روپے: ملنے کا پتہ: مکتبہ شیخ الہند، سرائے نورنگ

زیر نظر کتاب سہ ماہی ’’بکھرے پھول‘‘ کا ختم نبوت ایڈیشن ہے جو اکابر علماء دیوبند اور ممتاز قلم کاروں کی کاوشوں پر مشتمل ہے۔ مضامین کا انتخاب اور ترتیب مرتب کے اعلیٰ ذوق کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ختم نبوت کی اہمیت اور ’’اسلام واہل اسلام کے بارے میں قادیانیوں کی سازشیں‘‘ اکثر مضامین کے موضوعات ہیں۔ خط کا سائز بہت چھوٹا رکھا گیا ہے جس کی وجہ سے پڑھنے میں دقت ہوتی ہے۔ ٹائٹل اور سب ٹائٹل پر ذکر کئے گئے بہت سارے نام زائد از ضرورت ہیں۔ فہرست میں مضامین کے ساتھ لکھنے والوں کے نام ذکر ہوتے تو استفادہ مزید آسان ہوتا۔ مجموعی اعتبار سے ختم نبوت کے نام پر کی جانے والی کاوشوں میں ایک خوش کن اضافہ ہے۔

ختم نبوت کانفرنس پپلاں

عالمی مجلس ضلع میانوالی کے زیراہتمام ۲۶؍جنوری بروز اتوار بعد از عشاء جامع مسجد مہاجرین میں کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ مفتی محمد شاہد مسعود سرگودھا، مولانا نور محمد ہزاروی، مولانا اسلم نفیس مبلغ ضلع میانوالی اور صاحبزادہ مولانا خواجہ عزیز احمد نے بیانات فرمائے۔ سرور کائنات ﷺ کی سیرت، صورت، اخلاق وعادات اور معجزات پر خوبصورت انداز میں گفتگو ہوئی۔ مرزا قادیانی کے حالات زندگی اور خاندانی پس منظر اور تہہ منظر پر بھی خاطر خواہ روشنی ڈالی گئی۔ کانفرنس مولانا خواجہ عزیز احمد کی دعا سے اختتام پذیر ہوئی۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کا دورۂ ٹوبہ ٹیک سنگھ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹوبہ ٹیک سنگھ کے زیراہتمام ۶،۷؍فروری کو مختلف مقامات پر اجتماعات ہوئے۔ مرکزی خطیب مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی تھے۔ اجتماعات ختم نبوت کورسز کے اختتامی تقریب کے طور پر تھے۔ مولانا شجاع آبادی نے کورسز کے شرکاء کو ختم نبوت مشن کی اہمیت بیان فرمائی۔ شرکاء کو کتب، لٹریچر اور انعامات دیئے۔ تحریک ختم نبوت میں عالمی مجلس کے کردار کو سامعین پر اجاگر کیا۔ موجودہ حالات کے پیش نظر اتحاد امت پر زور دیا۔

تبصرہ کتب

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے ...... تبصرہ نگار: مولانا عبداللہ معتصم

غزوہ بدر سے غزوہ قندھار تک: مرتب: ابوالحسین: صفحات: ۳۷۲: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: مکتبۃ النعمان متصل دارالعلوم سراج الاسلام پلوسی نزد زرعی یونیورسٹی پشاور

دور حاضر میں طاغوت کی سرتوڑ کوششوں کے نتیجے میں کچھ ظاہر بین لوگوں پر جہاد اور دہشت گردی کے درمیان بیّن اور واضح فرق مخفی ہے۔ وہ جہاد کو دہشت گردی اور دہشت گردی کو عین جہاد سمجھ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں متضاد چیزیں ہیں۔ دہشت گردی سراسر فساد اور جہاد اصلاح عالم کا ربانی نسخہ ہے۔ زیر نظر کتاب نہایت خوبصورتی سے اس موضوع کا احاطہ کرتی ہے۔ جہاد کی تعریف، فرضیت، اقسام، اہمیت، فضیلت اور شکوک وشبہات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ صحابہ کرامؓ اور اکابر کے واقعات بھی موقع محل کی مناسبت سے جابجا ذکر ہیں۔ کتاب کی بائنڈنگ معیاری اور کاغذ وطباعت قدرے بہتر ہیں۔ بعض ابحاث میں ترتیب کا لحاظ نہیں بلکہ کیف ما اتفق ذکر کئے گئے ہیں۔ اللہ رب العزت مرتب کی مساعی کو قبولیت سے نوازے۔

ماہنامہ مسیحائی، مجاہد اعظم ﷺ نمبر: مدیر اعلیٰ: احمد خیرالدین انصاری: صفحات: ۵۵۶: قیمت: ۳۵۰ روپے: ناشر: محکمہ اطلاعات بلدیہ غربی کراچی

ماہنامہ جریدے ’’مسیحائی‘‘ نے مجاہد اعظم ﷺ نمبر کے نام سے ایک خاص ایڈیشن شائع کیا ہے جس میں سرور کائنات ﷺ کی زندگی کے جہادی پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ پاک وہند کے معروف علماء، دانشور اور قلم کاروں کی تحریریں رسالے کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ جو سیرت طیبہ کے جہاد کے پہلو کے گرد گھومتی ہیں۔ موضوع کو موجودہ حالات کے تناظر میں مثبت اور سنجیدہ اسلوب میں واضح کیا گیا ہے۔ طباعت، مضامین کی ترتیب اور سرورق کی تزئین پر کی گئی محنت صاف نظر آتی ہے۔ بعض مقامات پر عربی تحریر میں لفظی واملائی غلطیاں ہیں جو قلب ونظر پر گراں گزرتی ہیں۔ بہرحال سیرت کے صرف ایک پہلو پر اتنا سارا مواد جمع کرنا احمد خیرالدین انصاری صاحب کا امتیاز ہے۔ اللہ ان کی مساعی کو قبول فرمائیں۔

سہ ماہی فغان اختر، شیخ العرب والعجم نمبر: نگران: حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب: صفحات: ۸۶۸: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اخترؒ تعلیم وتربیت اور تزکیہ نفوس کے میدان میں مرجع خلائق تھے۔ آپ کی مصلحانہ کاوشوں سے نہ جانے کتنے لوگوں کی زندگیوں میں وہ حسین انقلاب برپا ہوا جس سے ضمیر کو سکون، نظر کو آسودگی اور دل کو تعلق مع اللہ حاصل ہوتا ہے۔ آپ کو تین مشائخ کی صحبت حاصل رہی۔ حضرت مولانا محمد احمد

سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام علیحدہ شخصیت ہیں اور حضرت مہدی علیہ الرضوان علیحدہ شخصیت ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور حضرت مہدی علیہ الرضوان کے والد کا نام عبداللہ ہوگا اور وہ سید ہوں گے۔ مرزا قادیانی کا کسی طریقے سے بھی کوئی تعلق نہیں جڑتا۔ کیونکہ مرزائی کہتے ہیں کہ لا مھدی الا عیسیٰ کہ حضرت مہدی علیہ الرضوان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک شخصیت ہیں اور وہ مرزا قادیانی ہے۔

خروج دجال

۳...... مبلغ ختم نبوت نے وہ حدیث مبارکہ جس میں ابن صیاد کا ذکر ہے پڑھی۔ اس حدیث کا ترجمہ حضرت مولانا مفتی عبدالخالق صاحب نے بڑی وضاحت سے بیان فرمایا کہ: ”مدینہ منورہ میں ابن صیاد نامی ایک لڑکا تھا جس کی ایک آنکھ کا ڈھیلا ابھرا ہوا تھا اور دوسری آنکھ بند تھی اور وہ باتیں کرتا تھا۔ رحمت عالم ﷺ اور حضرت عمر بن خطابؓ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے اس سے سوالات کئے۔ اس نے ٹوٹے پھوٹے جواب دیئے۔ آقا دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے شیطان نے اس کو اتنا بتایا ہے اور حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کے محبوب ﷺ مجھے حکم دیں میں اس کو قتل کردوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ دجال ہے تو آپ اس کو قتل نہیں کرسکتے۔ اس کو عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے۔“ مبلغ ختم نبوت نے کہا: دجال جب نکلے گا تو اس کی نشانی یہ ہوگی۔ اس کی پیشانی پر لکھا ہوا ہوگا ”ک ف ر“ اس کی ایک آنکھ باہر ابھری ہوئی ہوگی اور دوسری بند ہوگی۔ اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے اور وہ گدھے پر سوار ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد دجال کا مقابلہ کریں گے اور اس کو باب لد پر جاکر قتل کریں گے۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا جب وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو ایسے پگھلے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ اس کے بعد مبلغ ختم نبوت مولانا محمد قاسم رحمانی نے حدیث کی کتاب مشکوٰۃ شریف کھولی اور یہ سب حدیثیں اس کو دکھادیں اور یہ کہا کہ یہ کتاب دنیا کے کسی کونے سے لیں گے تو یہ حدیثیں آپ کو مل جائیں گی۔ عبدالغفور آبدیدہ ہوکر کہنے لگا: ہمیں یہ حدیثیں نہیں بتائی گئیں۔ کہنے لگا: قرآن پاک اور حدیث پاک کی روشنی میں مجھے مسئلہ سمجھ آگیا ہے۔ مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان کریں۔ اس موقع پر تمام حاضرین نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور نو مسلم عبدالغفور کو مبارکباد دی۔ عبدالغفور نے مسلمانوں کو پیغام دیا کہ میرے خاندان کے لئے بھی دعا کریں کہ وہ بھی مسلمان ہوجائیں۔ اس کے بعد مفتی صاحب نے دعا کرائی۔ تمام دوستوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اللہ تعالیٰ عبدالغفور کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

ختم نبوت کانفرنس بہاولنگر

۱۲؍مارچ بروز بدھ بعد نماز عشاء جامع مسجد مہاجر کالونی بہاولنگر میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ سید تحسین الاحد شاہ کی زیر صدارت منعقد اس کانفرنس میں مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اسحاق مبلغ بہاولپور اور مولانا اکرام اللہ عارفی نے بیانات فرمائے۔ عقیدۂ ختم نبوت اور حیات عیسیٰ علیہ السلام اہم موضوعات تھے۔ نومسلم جناب شمس الدین نے بھی شرکت فرمائی۔ اختتامی دعا حضرت مولانا جلیل احمد اخون نے فرمائی۔

حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مولانا مفتی عبدالخالق نے فرمایا: ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام عادل بادشاہ بن کر آئیں گے اور پوری دنیا پر ۴۵ سال حکومت کریں گے۔ مرزے قادیانی نے کسی ایک ملک پر بھی حکمرانی نہیں کی۔ صلیب کو نہیں توڑا۔ خنزیر کو قتل نہیں کیا۔ انگریزوں کے پاس آج بھی ریوڑ کے ریوڑ خنزیروں کے موجود ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں مال کی فراوانی ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مال کو تقسیم کریں گے۔ کوئی لینے والا نہیں ہوگا۔ مرزے قادیانی کے دور میں یہ باتیں نہیں ہوئیں۔‘‘

دوسری حدیث میں رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له ویمکث خمسا واربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر‘‘ اس حدیث کا ترجمہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے۔ شادی کریں گے۔ ان کی اولاد ہوگی۔ زمین پر ۴۵ سال رہیں گے جو کام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس عرصہ میں کریں گے ان کی تفصیل ان دونوں حدیثوں میں موجود ہے۔ پھر ان پر موت آئے گی اور حضور اکرم ﷺ کے روضہ میں دفن ہوں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو تو مکہ مدینہ جانا ہی نصیب نہ ہوا۔ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ اس حدیث میں تزوج سے مراد خاص قسم کی شادی ہے اور خاص قسم کی اولاد ہے۔ خاص شادی سے مراد محمدی بیگم کے ساتھ میری شادی ہے اور خاص اولاد سے اس سے ہونے والی اولاد مراد ہے۔ مرزے قادیانی نے کہا کہ محمدی بیگم سے میرا نکاح عرش پر ہو چکا ہے۔ لیکن پوری زندگی ترستا رہا اور محمدی بیگم نہ مل سکی۔ ان دونوں حدیثوں کی رو سے کوئی ایک بھی علامت مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتی۔

۲...... حضرت مہدی علیہ الرضوان کے بارے میں رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’مہدی مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے۔ ان کا نام میرے نام کی طرح محمد ہوگا اور ان کے والد کا نام میرے والد کے نام کی طرح عبداللہ ہوگا اور وہ میری بیٹی سیدہ فاطمہؓ کے خاندان سے آئیں گے۔ یعنی سید ہوں گے۔‘‘ اللہ کے محبوب نے ارشاد فرمایا کہ: ’’مدینہ منورہ میں ایک خلیفہ کی موت پر نئے خلیفہ کے انتخاب پر اختلاف ہوگا۔ یعنی کسی کو خلیفہ بنایا جائے تو خاندان بنی ہاشم کا ایک آدمی اس خیال سے کہ کہیں مجھ پر بار خلافت نہ ڈال دیا جائے۔ مدینہ سے مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کرے گا۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر لوگ ان کو پہچان لیں گے کہ یہ حضرت مہدی علیہ الرضوان ہیں۔ پہلے دن حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان تین سو تیرہ آدمیوں کی بیعت لیں گے۔‘‘ اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’میری امت میں ایک مہدی پیدا ہوگا۔ اس کی مدت خلافت کم سے کم سات سال یا آٹھ سال، زیادہ سے زیادہ نو سال ہوگی جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ میری امت اس قدر خوشحال ہوگی کہ اتنی خوشحالی اس سے پہلے کبھی نہیں ملی ہوگی۔‘‘

حضرت مہدی علیہ الرضوان جب دمشق پہنچیں گے۔ دمشق کی جامع مسجد میں نماز کے لئے صفیں تیار ہو چکی ہوں گی۔ تکبیر ہو چکی ہوگی۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان مصلہ پر تشریف لا چکے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو حضرت مہدی علیہ الرضوان فرمائیں گے تقدم یا روح اللہ (روح اللہ نماز پڑھایئے) گویا حضرت مہدی علیہ الرضوان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعارف کروائیں گے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ قرآن وحدیث کی روح

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موت آ گئی ہے۔ مبلغ نے جواب دیا: مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک مرید خدا بخش مرزائی نے ایک کتاب لکھی ہے۔ ''عصل مصفّٰی'' اس میں چودہ صدیوں کے مجددین کے نام لکھے ہیں جو قادیانیوں کے نزدیک بھی مسلم ہیں اور ہمارے سر کا تاج ہیں۔ کسی ایک مجدد نے بھی رفع کا معنی رفع روح یا موت نہیں کیا۔ کوئی قادیانی کسی ایک بھی مجدد کا ترجمہ دکھادے کہ رفع کے معانی موت کے ہیں تو منہ مانگا انعام دیں گے۔ عبدالغفور نے دوسرا اعتراض کیا: ''انی متوفیك'' اس کے کیا معنی ہیں؟ اللہ تعالیٰ اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ مبلغ نے جواب دیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی ۱۸۹۱ء سے پہلے ''انی متوفیك'' کا ترجمہ کرتا ہے۔ یعنی میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا۔ اس وقت مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کو مانتا تھا۔ اس کی تائید مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب براہین احمدیہ ص۴۹۸، ۴۹۹ حصہ ۴ پر ہے۔ ''ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ ودین الحق لیظھره علی الدین کله'' اس کا ترجمہ کرتا ہے کہ یہ آیت سیاست ملکی کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب وہ قیامت سے پہلے نازل ہوں گے تو اسلام ان کے ہاتھ سے جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔ مبلغ نے کہا کہ ۱۸۹۱ء کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے جب دعویٰ مسیحیت کیا اس وقت ترجمہ یہ کیا کہ ''انی متوفیك'' کے معنی ہیں ''اخذ شی وافیاً'' کسی چیز کو پورا پورا لے لینا ''انی متوفیك'' اللہ پاک نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ میں تمہیں یہودیوں کے شر سے محفوظ رکھوں گا اور پورا پورا یعنی روح مع الجسد اپنی طرف اٹھالوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ مرزا قادیانی بھی ''انی متوفیك'' کا ترجمہ موت نہیں کرتا۔ مرزے نے اپنی کتاب (براہین احمدیہ ص۵۲۰، خزائن ج۱ ص۶۲۰) پر لکھا ہے کہ یعنی میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا۔ قرآن پاک اور مرزے قادیانی کی عبارات سے بھی ثابت ہوگیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو موت نہیں آئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا دوسرا دور نزول من السماء سے شروع ہوگا۔ نزول کی کیفیت کیا ہوگی۔

اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال (سنن ترمذی) '' رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے۔ عادل بادشاہ کی حیثیت سے صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ معاف کردیں گے اور مال کو تقسیم کریں گے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے، دو زرد رنگ کی چادریں پہنے ہوئے، دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی مینار کے قریب نازل ہوں گے۔ مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو عیسیٰ بن مریم کہا ہے اور یہ کہا کہ اس حدیث میں زرد رنگ کی دو چادروں سے مراد دو بیماریاں ہیں، جو مجھے لاحق ہیں۔ ایک جسم کے اوپر کے حصے میں اور ایک جسم کے نیچے کے حصے میں۔ جسم کے اوپر والے حصے میں سردرد اور نیچے والے حصے میں مسلسل بول یعنی بعض دفعہ دن رات میں سو سو مرتبہ پیشاب آتا۔ تو مبلغ نے کہا کہ دنیا کی کسی لغت میں زرد رنگ کی چادر سے مراد بیماری نہیں لی جاتی۔

رینجر اہلکار کا قبول اسلام

مولانا محمد قاسم رحمانی

۲۷؍فروری ۲۰۱۴ء کو عبدالغفور نامی ایک قادیانی رینجر اہلکار سے گفتگو ہوئی۔ اس نے رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام، ظہور مہدی، اور خروج دجال کے متعلق اپنے چند شبہات پیش کئے۔ مولانا محمد قاسم مبلغ عالمی مجلس بہاول نگر نے فاضلانہ گفتگو فرماکر اس کے اشکالات دفع فرمائے۔ چونکہ دور حاضر میں ان موضوعات پر اکثر لوگ یہی اشکالات کرتے ہیں۔ اس لئے نشست کی کارروائی من وعن نقل کی جاتی ہے۔ مبلغ ختم نبوت نے ان تینوں موضوعات پر مسلمانوں کا موقف پیش کر دیا اور عبدالغفور کو ہدایت کی کہ جہاں آپ کو اشکال ہو، آپ مجھے روک کر پوچھا کریں۔ بالترتیب تینوں موضوعات کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

ا..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا پہلا دور پیدائش سے رفع آسمان تک ہے۔ دوسرا دور نزول من السماء سے موت تک ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بغیر والد کے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت بی بی مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری دی تو وہاں یہ بھی فرمایا۔ اے مریم! تیرا یہ بیٹا عام بچوں کی طرح نہیں ہوگا۔ تیرا یہ بیٹا تیری گود میں باتیں کرے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی باتیں کرے گا۔ ’’یکلم الناس فی المهد وکهلا ومن الصالحین ‘‘حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بی بی مریم کی گود میں بات کی۔ ’’قال انی عبدالله أتانی الکتاب وجعلنی نبیاً ‘‘اس آیت کے پہلے حصے پر عمل ہوگیا۔ دوسرے حصے پر نزول آسمانی کے بعد عمل ہوگا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے تو بادشاہ وقت نے پھانسی دینے کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچانا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل امین کو بھیج کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مکان کے روشن دان سے آسمان پر اٹھالیا۔ حدیث میں ’’مـــن روزنة ‘‘کے الفاظ آتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام غسل کر کے اپنے کمرے میں آئے تو یہودیوں نے گرفتار کرنے کے لئے اپنے ایک آدمی جس کا نام یہودا تھا۔ کمرے میں بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بنادی۔ جب وہ باہر آیا تو یہودیوں نے اسے پکڑا اور عیسیٰ سمجھ کر قتل کر کے کہا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس قول کو قرآن پاک میں یوں ارشاد فرمایا ہے:’’وقولهم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول الله‘‘

اللہ پاک نے فرمایا یہ یہودیوں کا قول ہے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے۔ آگے ارشاد فرمایا: ’’وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم ‘‘کہ یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا ہے اور نہ صلیب پر لٹایا ہے۔ بلکہ ان کو شبہ لگ گیا تھا۔ اللہ پاک نے یہودیوں کے اس قول کا ایک جواب یہ بھی دیا ہے:’’وما قتلوه یقیناً بل رفعه الله الیه وکان الله عزیزاً حکیما ‘‘حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا گیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ یہاں عبدالغفور نے اعتراض کیا کہ رفع سے مراد روح کا رفع ہے۔

پھونک مارو! میں نے انہیں پھونک ماری تو دونوں اڑ گئے، ان کی تعبیر میں نے یہ سمجھی اور دی کہ دو کذاب ہیں جو میرے مبعوث ہونے کے بعد ظاہر ہوئے ہیں۔ ایک کا نام اسود عنسی اور دوسرے کا مسیلمہ کذاب ہے۔﴾

اس طرح کی روایات بخاری کے علاوہ مسلم اور ترمذی میں بھی ہیں اور مختلف الفاظ سے مروی ہیں، ان سب میں آپ ﷺ نے ان جھوٹے مدعیان کے نام اور علاقے ارشاد فرمائے ہیں کہ ایک کا نام ''اسود عنسی'' (جس کا اصل نام عبہلہ بن کعب ہے۔) اور دوسرے کا نام ''مسیلمۃ الکذاب'' بتلایا۔

اسود عنسی تو صنعاء یمن کا رہنے والا تھا۔ وہاں اس نے جھوٹا دعویٰ نبوت کا کیا۔ آپ ﷺ نے وہاں کے مسلمانوں کو اس کے قتل کا حکم فرمایا۔ خوش نصیب آدمی حضرت فیروز دیلمیؓ نے اس بدبخت کو قتل کر کے آنحضرت ﷺ کو مسرت وراحت پہنچائی۔ آپ ﷺ نے بھی سند نجات وشفاعت عطا فرمادی ''فاز فیروز بقتلة الاسود العنسی (تفسیر الخازن ص۱۳۶ ج۲)'' کہ حضرت فیروزؓ اسود عنسی کو قتل کر کے کامیاب ہو گئے۔ یمن میں اسود قتل ہوا ادھر مدینہ منورہ میں بذریعہ وحی آپ ﷺ نے لوگوں کو بشارت سنادی کہ آج رات اسود عنسی کا کام تمام ہو گیا ہے۔ حضرت فیروز دیلمیؓ نے اسے اس کے انجام تک پہنچادیا ہے وہ آنجہانی جہنم مکانی ہو گیا۔ الحمدللہ!

دوسرا بدبخت مسیلمۃ الکذاب جس نے یہ دعویٰ کر رکھا تھا کہ (العیاذ باللہ) محمد ﷺ قریش کے نبی ہیں اور میں بنی حنیفہ کا نبی ہوں۔ یہ بدبخت خود بھی رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور یہ کہا کہ ''مجھے اپنے بعد نائب بنادیں۔'' آپ ﷺ نے اس کے مطالبہ کو رد فرمایا اور ''کذاب'' کا لقب دیا اور یہ فرمایا: کہ اگر تو میرے ہاتھ کی چھڑی بھی مانگے تو یہ بھی تجھے نہیں دوں گا۔ چہ جائے کہ نبوت ونیابت۔

چونکہ یہ واقعہ حضور اقدس ﷺ کی حیات طیبہ کے آخری ایام کا ہے، آپ ﷺ کا وصال پر ملال ہو گیا تو آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد آپ کے وفادار وجاں نثار، رفیق غار ومزار خلیفۃ الرسول اللہ، فخر امت محمدیہ، حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دور خلافت کا سب سے اولین فریضۃ اور اہم ترین امر یہ سرانجام دیا کہ اس بدبخت وکذاب کو ٹھکانے لگایا اور اپنے محبوب ﷺ کو روضہ اطہر میں تسکین پہنچائی۔ امید ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ''ریاض الجنۃ'' میں ایک مرتبہ پھر فرمایا ہوگا ''فقطع دابر القوم اللذین ظلموا والحمدلله رب العلمین'' ﴿کہ آج ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی۔ حمد وشکر اللہ رب العالمین کا!﴾ جاری ہے

افتتاح ختم نبوت فری ڈسپنسری خوشاب

۱۱رفروری بروز منگل بعد از نماز عصر مولانا خواجہ عزیز احمد نے خوشاب میں ''ختم نبوت فری ڈسپنسری'' کا افتتاح فرمایا۔ مولانا مفتی شاہد مسعود اور مولانا قاری سعید احمد نے تقریب میں بیانات فرمائے۔ ڈسپنسری کی نگرانی قاری سعید احمد اسد اور ملک مظہر الحق فرمائیں گے۔ مقامی علماء کرام وحفاظ عظام کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ خوشاب کے ڈی.پی.او صاحب بھی شریک مجلس تھے۔ انہوں نے عالمی مجلس کے اس اقدام کو خراج تحسین پیش کیا۔ اختتامی دعا مولانا خواجہ خلیل احمد مدظلہ نے فرمائی۔

نے پہلے سے پیشینگوئی دے دی کہ آگے چل کر جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہوں گے جن کے اس طرح کے (جس طرح آیت میں بتایا گیا۔) جھوٹے دعوے ہوں گے۔ اور وہ بہت بڑے ظالم ہوں گے۔ اے میرے محبوب ان سے متعلق اپنی امت کو آگاہ فرمادیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا مذکور فرمان مبارک بھی سنا دیا اور احادیث مبارکہ میں وضاحت اور تفصیل بھی ارشاد فرمادی کہ اب نبوت کا سلسلہ مجھ پر ختم ہے۔ آئندہ کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ البتہ آیت کی پیشینگوئی کے مطابق جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہوں گے۔

توضیح آیت...... اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان اٹھارہ نبیوں کے مبارک نام صراحت کے ساتھ ذکر فرمائے ہیں جو حضور اقدس ﷺ سے پہلے ہوئے۔ ۱......حضرت ابراہیم، ۲......حضرت اسحاقؑ، ۳......حضرت یعقوبؑ، ۴......حضرت داؤدؑ، ۵......حضرت سلیمانؑ، ۶......حضرت ایوبؑ، ۷......حضرت یوسفؑ، ۸......حضرت موسیٰؑ، ۹......حضرت ہارونؑ، ۱۰......حضرت زکریاؑ، ۱۱......حضرت یحییٰؑ، ۱۲......حضرت عیسیٰؑ، ۱۳......حضرت الیاسؑ، ۱۴......حضرت اسماعیلؑ، ۱۵......حضرت الیسعؑ، ۱۶......حضرت یونسؑ، ۱۷......حضرت لوطؑ، ۱۸......حضرت نوحؑ پھر فرمایا کہ آپ ﷺ اصول عقائد (یعنی توحید، ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب، ایمان بالرسل، ایمان بالآخرہ) میں یا ان انبیاء علیہم السلام کی صفات (عبادت، زہد، حلم، شکر، حسب، تواضع وغیرہ) میں ان کی اقتداء کریں۔ پھر توحید وقدرت باری تعالیٰ کا بیان ہوا۔ بعد ازاں قرآن پاک کے نزول اور اس کی صفات کا بیان ہوا۔ پھر نبوت ورسالت کے سلسلہ میں جھوٹے مدعیان نبوت کے پیدا ہونے کا ذکر اور ان کے آخرت میں انجام بد کو بیان فرمایا۔ گویا یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول حضور خاتم النبیین ﷺ کی پیشینگوئی ہے جو پوری ہوئی۔ اسی لئے تمام مفسرین حضرات نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ''مسیلمہ کذاب'' اور ''اسود عنسی'' جیسے جھوٹے مدعیان نبوت کے بارے میں نازل فرمائی ہے۔

مسیلمہ تو قبیلہ بنی حنیفہ کا لیڈر اور سردار تھا جس نے اپنے دو قاصد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنی جھوٹی نبوت جتلانے کے لئے بھیجے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا ''اتشھدانِ انّ مسیلمۃ نبیٌ '' (کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ مسیلمہ نبی ہے؟) قالا: نعم (ان دونوں نے کہا: ہاں!) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر قاصدوں کا قتل کرنا روا ہوتا تو میں تم دونوں کو گردن سے مار دیتا۔'' دوسرا مدعی نبوت اسود عنسی تھا جس کو آپ ﷺ کے وصال پر ملال سے دو دن پہلے قتل کیا گیا تھا۔ یہ صنعاء یمن کا رہنے والا تھا، سیاہ رنگ اور موٹے موٹے نقش ونگار والا آدمی تھا۔ ہمیشہ سر پر اوڑھنی ڈالے رکھتا تھا۔ اس لئے اسے ''ذو الخمار'' (اوڑھنی والا) بھی کہا جاتا تھا۔ اور ''بخاری شریف'' میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بینا انا نائم ثم رأیت فی یدی سوارین من ذھب فاھمّنی شانھما فاوحی الیّ فی المنام ان انفخھما فنفختھما فطار فاوّ لتھما کذابین یخرجان بعدی احدھما العنسی والآخر مسیلمۃ (بخاری ص۶۲۸ ج۲)'' ﴿ کہ میں ایک مرتبہ سورہا تھا، خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں دو سونے کے کنگن ہیں جنہوں نے مجھے بہت پریشان کردیا۔ تو خواب ہی میں اللہ کی طرف سے مجھے حکم ہوا کہ ان کو

قادیانیوں سے بائیکاٹ کیوں؟

قسط نمبر:1

مولانا غلام رسول دین پوری

یہ ایک سوال ہے، جس کا جواب آئندہ کی چند سطور میں دیا جاتا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات قطعیہ اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث متواترہ اور امت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف تحیۃ) کے مبارک اجماع اور ہر باشعور و ذی عقل انسان کی عقلی شہادت سے یہ ثابت ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور آپ ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کفر و دجل اور سراسر کذب و افتراء ہے اور خدا تعالیٰ کی مخلوق (جو کہ اشرف المخلوقات ہے۔) پر بہت بڑا ظلم ہے جو قرآن و حدیث کی روشنی میں کفر سے بڑا گناہ اور جرم ہے اور ایسے جھوٹے مدعی نبوت کی اتباع کرنے والے دنیا کے بہت بڑے ظالم اور بدترین کافر ہیں۔ یہ ایک دعویٰ ہے جس پر قرآن و حدیث اور اجماع امت کے بیسیوں دلائل قائم ہیں۔ سردست قرآن پاک کی دو آیتیں پیش کی جاتی ہیں۔ جن کی تصریح سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مدعی نبوت اور اس کے پیروکار بہت بڑے ظالم و کافر ہیں۔ ان کے ساتھ تعلق عذاب جہنم کا باعث ہے۔ اب آیات ملاحظہ فرمائیں:

آیت ۱...... ’’ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ کذباً او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شئی ومن قال سأنزل مثل ما انزل اللّٰہ، ولو تریٰ اذالظلمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا ایدیھم، اخرجوا انفسکم، الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللّٰہ غیر الحق وکنتم عن آیتہ تستکبرون (انعام:۹۳)‘‘ ﴿اور اس سے زیادہ ظالم کون؟ جو باندھے اللہ پر بہتان، یا کہے مجھ پر وحی اتری، حالانکہ اس پر وحی نہیں اتری کچھ بھی اور جو کہے کہ میں بھی اتارتا ہوں مثل اس کے جو اللہ نے اتارا اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں، آج تم کو بدلے میں ملے گا ذلت کا عذاب، اس سبب سے کہ تم کہتے تھے اللہ پر جھوٹی باتیں اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔﴾

یہ آیت سورہ الانعام کی ہے سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ یہ آیت مکی ہے یا مدنی؟ چنانچہ اس بارے میں مفسرین کے دو طبقے ہیں۔

۱...... ایک طبقہ کہتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے تب تو کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ اس کا نزول جھوٹے مدعیان نبوت کے رد کے لئے ہوا ہے اور ان کا ظہور مدنی زندگی میں ہوا اور اگر اشکال ہوگا تو سورت کے عنوان کی وجہ سے کہ عنوان میں ’’سورۃ الانعام مکیۃ‘‘ لکھا ہوا ہے اس کا جواب اگلی بات کے ضمن میں آجاتا ہے۔

۲...... دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ یہ آیت مکی ہے۔ اب اشکال ہوگا کہ مکی زندگی میں تو کوئی جھوٹا مدعی نبوت پیدا نہیں ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کیوں نازل فرمائی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ آیت مکی ہے تو ’’مکہ مکرمہ‘‘ میں اللہ تعالیٰ

مطلع صاف نہ ہو سکا کہ مرزا کے لئے کون سی زبان استعمال کی جائے۔ ۱۸۹۰ء میں جب اُن لوگوں پر بھی حقیقت آشکارہ ہوگئی تو انھوں نے بھی مرزا کے ''الہام'' کو ''ہفوات'' اور خود اس کو ''مسلمان'' کہنے کی بجائے اس کے اسلام سے نکل جانے کی تصدیق کر کے ''کافر'' کے نام سے ہی یاد کرنا شروع کر دیا۔ بلکہ قادیان کو بھی کادیان لکھنا شروع کر دیا۔

کچھ لوگ وہ بھی تھے جو مرزا کی گہری دوغلی پالیسی کے سبب ۱۸۹۰ء سے ۱۹۰۰ء تک اس کے دام فریب میں مبتلا رہے، کیوں کہ مرزا چوروں کی طرح چھپ چھپ کر کبھی نبوت کا دعویٰ کرتا اور کبھی فضا ناہموار دیکھ کر انکار بھی کر دیتا تھا۔ چنانچہ بہت سے مسلمان جنہیں اِن حقائق کی طرف توجہ دینے کی فرصت نہ تھی وہ اب بھی گومگو کی کیفیت میں مبتلا تھے اور وہ اُس وقت مرزا سے الگ ہوئے جب اُس نے ۱۹۰۰ء میں کھل کر ''نبوت'' کا دعویٰ کر دیا۔

آپ اس دور کی تصنیفات کا مطالعہ کریں اور علماء اسلام کی تحریروں کو دیکھیں تو یہ غلط فہمی خود بہ خود دور ہو جائے گی کہ عمومی طور پر حقائق سے واقف کار مسلمانوں اور علماء نے تعبیرات بدل دی ہیں، مرزا کو کوئی ''دجال'' لکھتا ہے کوئی ''کذاب'' لکھتا ہے، کوئی ''منشی غلام احمد'' لکھتا ہے اور عمومی طور پر لوگ مرزائیت کو ''مذہب'' کی بجائے ''فتنہ'' لکھتے ہوئے ملیں گے۔ کچھ مصنفین نے مرزا کو ''کرشن مہاراج'' ہی لکھنا شروع کر دیا تھا۔ ہمارے سمجھدار علماء نے ابتداہی سے اس کی کوشش کی کہ مرزائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہمہ جہت خط امتیاز قائم کیا جائے تا کہ دونوں کے درمیان کی دوری واضح طور پر ہر کس و ناکس کو دکھائی دے۔ اب یہ ذمہ داری بعد والوں کی ہے کہ دین و دنیا کے تمام مراحل میں کادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین امتیاز قائم رکھنے کی کوشش جاری رکھیں، حتیٰ کہ روز مرہ کے معمولات میں بھی وہی زبان و تعبیرات اپنائی جائیں جس سے دونوں کے درمیان فرق واضح رہے۔

لیکن کچھ تو ہماری غفلت نے دوری بنائے رکھنے کی محنت کو جاری رہنے نہ دیا اور کچھ مرزائیوں کی دورخی پالیسی نے ایسے حالات بنا دیئے کہ مرزائیوں کی تحریروں میں اسلامی تعبیرات واصطلاحات پڑھ کر حقائق سے ناواقف بعض مسلمان اہل قلم کچھ اس طرح متاثر ہوئے کہ انھوں نے بھی اُسی زبان میں قلم چلانا شروع کیا جو زبان، منصوبہ بندی کے تحت مرزائی چاہتے تھے۔ تو اس طرح کی تحریریں ہمارے خلاف حجت نہیں ہو سکتیں۔ وقت کے حساب سے انھوں نے جو کیا وہ اپنی جگہ اور آج ہم تبدیلی کی بات کرتے ہیں تو وہ بجا طور پر صحیح ہے۔

نامور شاعر اور ادیب محمد اسلم فراق کا انتقال

الائیڈ سکول واپڈا ٹاؤن کیمپس گوجرانوالہ کے نامور استاد محمد عثمان اسلام کے نانا جان تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن اور پنجابی زبان کے نامور شاعر اور ادیب محمد اسلم فراق گزشتہ رات انتقال کر گئے۔ نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد انہیں جلیل ٹاؤن کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند اور انتہائی ملنسار شخصیت تھے۔ انہوں نے ۹۱ برس کی عمر پائی۔ مرحوم سانس کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ نماز جنازہ حافظ طاہر قادری نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں شہر کی سیاسی وسماجی شخصیات، عزیز واقارب اور اہل علاقہ نے بھرپور شرکت کی۔ مرحوم کثیر کتابوں کے مصنف تھے اور ملاقات میں اکثر علمی جواہرات سے نوازا کرتے تھے۔

استعمال کی جاتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہندو برادران وطن کو چاہئے کہ بجائے ہمارے اوپر اعتراض کرنے کے مرزائیوں کی ناک میں نکیل ڈالیں کہ جو شخص اس لائق بھی نہیں کہ اسے ہندو مذہب کی اصطلاحوں سے یاد کیا جاسکے پھر وہ ''کرشن اوتار، یا رودر گوپال، یا جے سنگھ بہادر'' ہونے کا دعویٰ کیسے کرتا ہے؟ اور ہندو دھرم کو بگاڑنے پر کیوں تلا ہوا ہے؟ اور ہندو لوگ مرزا کے دعوے پر خاموش کیوں ہیں؟۔ اگر ہندو برادران وطن، مرزائیوں پر لگام لگائیں گے تو یہ اعتراض جڑ سے ہی ختم ہوجائے گا، کہ نہ مرزا ''کرشن اوتار'' ہونے کا دعویٰ کرے گا نہ کوئی شخص ہندو مذہب کی تعبیرات سے مرزائیوں کو یاد کرے گا۔ اس کے برعکس ہندو برادران وطن خود غور کریں کہ مرزائیوں کو تو کھلی چھوٹ دی جائے کہ مرزا کادیانی ''کرشن اوتار'' ہونے کا دعویٰ کرتا پھرے اور اُسے کرشن اوتار کے ماننے والوں کی زبان و اصطلاح سے یاد بھی نہ کیا جائے تو مسلمانوں پر یہ اعتراض تو بجائے خود باطل و بے سود ہوگا۔ اگر وہ اس سے ناراض ہیں تو مرزائیوں کے خلاف تحریک چلائیں اور ہمارے معاون بنیں تاکہ اعتراض کی جڑ کو ختم کیا جاسکے۔

یہی معاملہ عیسائیوں کے ساتھ بھی ہے کہ اگر وہ مرزا کادیانی کے دعویٰ مسیحیت پر لگام نہیں کستے، تو عیسیٰ مسیح کے ماننے والوں کی زبان واصطلاح کے استعمال سے کسی کو روک بھی نہیں سکتے۔ کیوں کہ ''کتے کو چھوڑنا اور ڈھیلے کو باندھنا'' انصاف نہیں ہے۔ انصاف یہ ہے کہ جس طرح مسلمان کسی قیمت پر یہ برداشت کرنے کو تیار نہیں کہ مرزا جیسے بدطینت شخص کو لفظ ''نبی، مسیح، مہدی'' سے یاد کیا جائے اسی طرح ہندو، اور عیسائی برادران وطن کو مسلمانوں کے دوش بدوش ہوکر مرزائیوں کی تخریبی ذہنیت اور کسی بھی دھرم کو بگاڑنے کی فتنہ پردازی کے خلاف میدان میں آنا ہوگا تاکہ مذہبی فتنہ وفساد سے بچا کر اپنے ملک کو امن کا گہوارا بنایا جاسکے۔

تاریخی حقیقت

ممکن ہے کہ کوئی مرزائی ایک بار پھر مسلمانوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرے کہ مسلمانوں کے بزرگوں نے تو آج تک انہی اسلامی تعبیرات سے یاد کیا پھر کیا وہ لوگ غلطی پر تھے؟ تو اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ نرا مغالطہ ہے یا پھر کادیانیوں کے خلاف دور اوّل میں تصنیف کی جانے والی کتابوں سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

تاریخی حقیقت یہ ہے کہ بالکل ابتدائی مرحلے میں تو مرزا کادیانی کی دورخی پالیسیوں کے سبب بہت سے مسلمان اسی غلط فہمی میں مبتلا رہے کہ مرزا کادیانی نے خود کو اسلام سے علیحدہ کرنے کا جو اعلان کیا ہے۔ اس کی صحیح پوزیشن کیا ہے۔ چنانچہ اس معاملے میں علماء احناف اور بعض علمائے غیر مقلدین کے مابین اختلاف ہوگیا۔ لدھیانہ اور امرتسر وغیرہ کے حنفی علماء چونکہ حقائق سے واقف تھے اس لئے مرزا کادیانی کے کفریہ اقوال وخیالات کی روشنی میں مرزا کے اسلام سے نکل جانے کی تصدیق کرکے اوائل میں ہی اس کو کافر کہنے لگے تھے۔ لیکن بعض غیر مقلد علماء جو مرزا کی دورخی پالیسی کو بھانپ نہیں سکے، مرزا کے کفریہ اقوال کی بھی تاویل کرکے اس کو مسلمان کہلوانے پر تلے ہوئے تھے۔ اکثر علماء یہ کہتے تھے کہ مرزا نے جو الہام کا یا خادم دین یا مجدد ہونے کا، یا مصلح ہونے کا بورڈ لگایا ہے اُسے الہام نہ کہا جائے بلکہ اسے ''ہفوات'' کہا جائے اُسے مجدد یا خادم دین کے لفظ سے تعبیر کرنے کی جگہ ''جھوٹا'' کہا جائے، مسلمان کی جگہ اسے ''کافر'' کہا جائے۔ لیکن مولانا محمد حسین بٹالوی جیسے لوگ مرزا کی حمایت میں کھڑے ہوکر علماء کی مخالفت پر آمادہ ہوجاتے تھے۔ جس کی وجہ سے

چھپ کر کبھی رک رک کر لوگوں کی آہٹوں پر پوری نظر رکھتے ہوئے کبھی خادم اسلام کا، کبھی مجدد ہونے کا، کبھی محدث ہونے کا بھیس بدل کر اسلامی قلعے میں داخل ہوا اور ۱۹۰۰ء میں مسلمانوں کی غفلت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یکا یک " مکان اور اثاثہ مکان" کا مدعی بن بیٹھا کہ اب مکان اور مکان کا مکمل اثاثہ ہمارا ہے اس کے بعد تمام مسلمانوں کو اسلامی قلعے سے باہر کا راستہ دکھانے لگا کہ سارے مسلمان کافر ہیں اور صرف مرزا کے ماننے والے مٹھی بھر مرزائی مسلمان۔

مسلمان اب بھی غفلت میں

مگر ہائے رے غفلت! کہ آج بھی مسلمان، گھر کی اُسی زبان میں مرزائیوں سے بات کرنے پر تلا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ مرزائیوں نے فلاں مقام پر اپنی "مسجد" بنالی ہے۔ سوال یہ ہے کہ مذہب تبدیل ہونے کے بعد کبھی عیسائیوں کے معبد کو "مسجد" کہا گیا؟ یہودی بھی ایک خدا اور خدا کے ایک نبی کو مانتے ہیں تو کیا ان کے معبد کو کبھی "مسجد" کہا گیا؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو مرزائیت تو مذہب بھی نہیں یہ تو خالص انگریزوں کا بویا ہوا ایک فتنہ ہے، جو ملک اور ملتِ مسلمہ دونوں کے لئے یکساں طور پر خطرناک ہے، پھر اُن کے معبد کو "مسجد" کس طرح کہنا درست ہوگا۔ اسی طرح ہندو مذہب کے جانکار کسی "پنڈت جی" کو یا عیسائی مذہب کے جانکار کسی "پوپ پادری" کو کبھی "عالم، حافظ، مولانا" کے لفظ سے یاد کیا گیا؟ اگر نہیں تو پھر کادیانی پنڈتوں کو "عالم، حافظ یا مبلغ کے لفظ سے یا اور کسی اسلامی اصطلاح و زبان سے کیوں یاد کیا جاتا ہے؟ کادیانی تو چاہتے ہی ہیں کہ انھیں اسلامی اصطلاحوں سے یاد کیا جائے تا کہ وہ آسانی سے مسلمانوں میں گھلے ملے رہیں، افسوس کہ ہمارا پڑھا لکھا طبقہ بھی اس معاملہ میں نادانستہ یا دانستہ طور پر اُن کا معاون بن رہا ہے۔

مسلمانوں سے بیدار ہونے کی دردمندانہ گذارش

قارئین کرام! اگر ہمارا دعویٰ درست ہے اور دلائل آپ کے سمجھ میں آگئے تو میں گذارش کروں گا کہ کسی کادیانی کو اسلامی زبان و اصطلاح سے نہ یاد کیا جائے بلکہ اُن کیلئے وہ زبان استعمال کی جائے جس کے وہ مستحق ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کن اصطلاحات کے مستحق ہیں؟۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا کے ملحدانہ دعاوی میں سے سب سے پہلا دعویٰ ۱۸۹۰ء میں مسیح عیسیٰ ابن مریم ہونے کا ہے اور سب سے آخر میں اس نے ۱۹۰۲ء میں "کرشن رودر گوپال" ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ نبوت کا دعویٰ تو ۱۹۰۰ء میں اِن دونوں دعوؤں کے درمیان کا ہے۔ لہٰذا سب سے بہتر اور منصفانہ صورت یہ ہے کہ مرزا کے پہلے دعویٰ یعنی دعویٰ مسیحیت کی جانب نسبت کرتے ہوئے یا تو اُن اصطلاحات و تعبیرات سے مرزائیوں کو یاد کیا جائے جن سے مسیحیوں، عیسائیوں کو یاد کیا جاتا ہے یا سب سے اخیر دعویٰ یعنی دعویٰ کرشن اوتار کا اعتبار کرتے ہوئے اُن اصطلاحات سے یاد کیا جائے جن سے "کرشن جی" کے ماننے والوں کو یاد کیا جاتا ہے۔ بطور مثال مضمون کے اخیر میں کچھ اصطلاحات ذکر کی جاتی ہیں، بقیہ جہاں ضرورت ہو مذکورہ اصول کو سامنے رکھ کر آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ بوقت ضرورت کونسی زبان استعمال کی جائے۔ یا پھر مقامی طور پر رائج اصطلاحات کو بھی لیا جاسکتا ہے جو مسلمانوں کیلئے خاص نہ ہوں۔

ایک سوال کا جواب

رہا یہ سوال کہ اگر ہندو برادران وطن ہمارے اوپر اعتراض کریں کہ ہمارے دھرم کی زبان مرزائیوں پر کیوں

استعمال کرنے سے ایک مسلمان دھوکے میں مبتلا ہو کر، جو سوال کادیانیوں سے کرنا تھا، وہ ہم سے کرنے لگتا ہے۔

ایک مثال

مسلمانوں کی غفلت سے معاملہ بالکل ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسے کہ چار بھائی اپنے والدین کے ترکہ کے سلسلے میں گھر کے اندر بحث کر رہے ہوں۔ اسی دوران کوئی شاطر موقع غنیمت سمجھ کر معاملہ سلجھانے کے بہانے سے گھر میں گھسا اور معاملہ گرم پا کر اُس نے خود ہی ترکہ میں حصہ داری کا دعویٰ کر دیا۔ اُس کے دعوئی کے بعد بھی حقیقی وارثوں کو اپنی غلطی کا احساس نہ ہوا کہ اس شاطر کو پہلے گھر سے نکال باہر کرتے اور اُس زبان میں بات کرتے جس میں کسی چور اُچکے سے بات کی جاتی ہے، بجائے اس کے وہ اِس بحث میں اُلجھ گئے کہ آپ کا یہ دعوئی کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ عالی جناب آپ تو باہر کے آدمی ہیں اور اس کے دعوے پر آپس میں شور مچانے لگے۔ شاطر نے موقع سے ایک اور فائدہ اٹھایا اور نہایت ڈھٹائی سے خود ہی شور مچانے لگا کہ پہلے تم سب گھر سے باہر نکلو پھر بات کرو، یہ پوری جائداد ہماری ہے۔ اس شور وشغب میں راستہ چلتے کچھ راہ گیر جمع ہوئے تو سارے بھائی اپنی اپنی کہانی سنانے لگے، اس ہنگامے سے شاطر نے ایک اور فائدہ اٹھایا اور عوام کو مخاطب کر کے گویا ہوا کہ صاحب چونکہ میں ہی حقیقی وارث ہوں۔ لہٰذا پہلے میری روئداد سنی جائے۔ گویا ساری پنچائیت گھر میں بیٹھے بیٹھے ہو رہی ہے اور اُسی زبان میں ہو رہی ہے جس زبان میں گھر کے افراد سے باتیں کی جاتی ہیں۔

ظاہری بات ہے کہ ان حالات میں باہر سے آنے والے لوگ یہی تاثر قائم کریں گے کہ وہ پانچواں بھی حقیقی وارث ہی لگتا ہے یا کم از کم انہی کا بھائی برادر ہے، فرق صرف یہ ہے کہ کوئی آم کہہ رہا ہے کوئی املی، اگر یہ پانچواں، ان کا بھائی نہ ہوتا بلکہ باہر سے گھس پیٹھ کرنے والا کوئی شاطر ہوتا تو گھر میں بیٹھ کر آرام سے یہ پنچایت نہ ہوتی بلکہ حقیقی وارثوں پر لازم تھا کہ پہلے اُس شاطر کو گھر کے چوکھٹ سے نکال باہر کرتے، پھر اس سے اُس زبان و انداز میں بات کرتے جس زبان میں کسی چور ڈکیت اور شاطر سے بات کی جاتی ہے تاکہ حقیقت سے ناواقف ایک راہ گیر بھی از خود یہ فیصلہ کرتا کہ کون حقیقی وارث ہے اور کون ڈکیت ہے۔ گھر میں بیٹھ کر اہل خانہ جیسی زبان میں باتیں کرنے سے تو یہی تاثر قائم ہوگا کہ وہ ڈکیت بھی اہل خانہ کا ہی ایک فرد ہے۔

مذکورہ بالا مثال کوئی مثال نہیں بلکہ امر واقعہ ہے۔ اس حقیقت کو ملاحظہ فرمایئے، مرزا کے بیٹے مرزا بشیر ایم اے کی زبان وقلم سے۔ اور دیکھئے کہ خادم اسلام کے بہانے سے گھس پیٹھ کرنے والا مرزا کادیانی کس ڈھٹائی سے اسلامی جائداد پر اپنا قبضہ جماتا ہے۔ اس حقیقت کو کادیانیوں کے آرگن ''الحکم'' میں آپ پڑھ سکتے ہیں، لکھا ہے:

''جو شخص چوروں کی طرح بھیس بدل کر چھپ چھپ کر رک رک کر ہر آہٹ پر کان دھرتے ہوئے اور ہر چیز پر سہمی ہوئی نظر ڈالتے ہوئے کسی کے مکان میں رات کو گھستا ہے۔ وہ لاریب مجرم تو ہے اور اپنی سزا پائے گا مگر ڈاکو نہیں کہلائے گا اور نہ ڈاکے کے جرم میں پکڑا جائے گا۔ اسی طرح نہ وہ شخص ڈاکہ کے جرم کی سزا پا سکتا ہے جو مکان اور اثاثہ مکان کا مدعی بن بیٹھتا ہے۔ فافہم (الحکم ۲۱ تا ۲۸ مئی ۱۹۲۳ء)

جو کیفیت ایک چور کی بیان کی گئی ہے وہ کیفیت کسی اور کی نہیں بلکہ مرزا کادیانی کی ہے۔ آپ کادیانی کتب میں غور فرمائیں تو یہ حقیقت کھل کر واضح ہوتی ہے کہ مرزا کادیانی نے ۱۸۸۰ء سے ۱۹۰۰ء تک پورے بیس برس میں بھی چھپ

فتنہ کادیانیت اور اسلامی اصطلاحات

قسط نمبر:7 مولانا شاہ عالم گورکھپوری نائب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند

مرزائیوں کی شاطرانہ چال اور مسلمانوں کی غفلت

ابتدا میں بہت سے مسلمانوں نے مرزائیوں کی اس شاطرانہ چال کو سمجھا ہی نہیں اور جب سمجھا تو وقت بہت آگے جاچکا تھا، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ مرزا نے جب مسلمانوں سے اور دین اسلام سے علیحدگی کا اعلان کیا تو پہلے ہی دن سے مسلمانوں اور کادیانیوں کے مابین ہمہ جہت خط امتیاز قائم کرنے کی وہ خود پوری کوشش کرتا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ ہوا یہ کہ جب علماء اسلام نے خط امتیاز قائم کرنے کے لئے محنت شروع کی تو انجام یہ ہوچکی تھی کہ مرزا کادیانی کی دورخی پالیسیوں کے سبب یا یوں کہئے کہ ہماری غفلت کے سبب ہمارا ہی ایک عام مسلمان اس شک وشبہ کا شکار ہوچکا تھا کہ کادیانی ہمارے گھر کے ہیں یا باہر کے؟۔ انہوں نے یہ دیکھا کہ مرزائی اپنے اعلان کے مطابق تو اسلام سے باہر کے آدمی دکھائی دیتے ہیں لیکن جب یہ دیکھا کہ روزمرہ کے معمولات میں اُن کی نسبت جو زبان وتعبیرات استعمال کی جاتی ہیں، اس حساب سے تو دونوں ایک ہی جیسے معلوم ہوتے ہیں، تو پھر ان کا شک ایک درجہ اور آگے بڑھ گیا کہ مرزائیوں کو باہر کا آدمی کیسے مانا جائے؟۔ جب مسلمان خود اُن کے معبد کو مسجد کہتے ہیں، تو اُس میں نماز کیوں نہ پڑھی جائے، اور جب مسلمان اُن کے کاٹے ہوئے جانور کو" ذبیحہ" کے لفظ سے یاد کرتے ہیں تو اسے کھایا کیوں نہ جائے؟، جب اُن کے پنڈتوں کو مولانا، حافظ، معلم، مفتی کہا جاتا ہے تو اُن سے دینی مسائل کیوں نہ پوچھے جائیں؟۔ وغیرہ وغیرہ

ہائے افسوس! بعض مسلمانوں نے اس منزل میں پہنچ کر بھی کادیانیوں سے اسی زبان میں بات کی جس زبان میں گھر کے آدمی سے بات کی جاتی ہے۔ ایک طرف تو یہ کوشش کی جانے لگی کہ کادیانی باہر کے ہیں، گھر کے نہیں۔ انہیں کافر کہا جائے، مرتد کہا جائے وغیرہ وغیرہ اور دوسری طرف اپنی اس کوشش کے لئے جو تعبیرات استعمال میں لائی گئیں۔ وہ وہی تھیں جو گھر کی ہوتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزائیوں کی منصوبہ بند کوشش تو تھی ہی کہ زبان وبیان میں یکسانیت رکھی جائے تاکہ کادیانیت اور اسلام کے درمیان واضح دوری نہ دکھائی دے، اب ہماری تعبیر کی غلطیوں سے پبلک ایک بار پھر دھوکے میں مبتلا ہوگئی کہ جب کادیانیوں کی عبادت گاہیں مسجد کہلاتی ہیں اور جب اُن کے پڑھے لکھے لوگ بھی عالم، حافظ، مولانا، مولوی ہی کہلاتے ہیں اور جب اُن کی تعلیم گاہیں مدرسہ ومکتب کہلاتی ہیں اور جب اُن کی عبادتوں کو بھی نماز، روزہ، حج، کہا جاتا ہے یعنی اُن کے حق میں تمام تر تعبیرات واصطلاحات وہی ہیں جو مسلمانوں کے حق میں ہیں تو وہ مسلمان کیوں نہیں؟

ناظرین غور کریں کہ اس غفلت سے معاملہ نے کیا رخ اپنالیا، پہلے ہمارا مسلمان بھائی، کادیانیوں سے پوچھتا پھرتا تھا کہ جب تم نے اسلام اور مسلمانوں سے علیحدگی کا اعلان کردیا تو خود کو مسلمان، اپنے معبد کو مسجد، اپنے پنڈتوں کو عالم، حافظ کیوں کہتے ہو؟ اب وہی مسلمان ہم سے پوچھتا ہے کہ مسلمان جب، کادیانیوں کے معبد کو مسجد کہتے ہیں۔ کادیانیوں کے پنڈتوں کو عالم حافظ کہتے ہیں تو پھر کادیانیوں کو مسلمان کیوں نہیں کہتے۔ گویا ہماری غلط تعبیر اور اسلامی زبان

جج محمد اکبر خان رحمۃ اللہ علیہ

ملک خالد مسعود ایڈووکیٹ

۲۴؍جولائی ۱۹۲۶ء کو احمد پور شرقیہ ریاست بہاول پور کی عدالت میں ایک تنسیخ نکاح کا کیس بعنوان مسماۃ غلام عائشہ بنام عبدالرزاق دعویٰ تنسیخ نکاح دائر ہوا۔ یہ دعویٰ مسماۃ غلام عائشہ نے اپنی رخصتی سے قبل اپنے شوہر عبدالرزاق کے خلاف اپنے والد مولوی الٰہی بخش کے ذریعے دائر کیا کہ نکاح کے بعد اور رخصتی سے قبل اس کا شوہر عبدالرزاق مرزا غلام احمد قادیانی کا پیروکار ہوگیا ہے اور چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو نبی اور رسول کہتا ہے۔ اس لئے اس کے پیروکار اسلام سے خارج ہیں اور کسی مسلمان اور غیر مسلمان کا نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔ اس لئے نکاح کی تنسیخ کی جائے۔ یہی کیس ۱۹۳۲ء میں ڈسٹرکٹ کورٹ بہاول پور میں پیش ہوا اور نواب محمد صادق خامس ریاست بہاول پور کے سربراہ تھے۔ یہ کیس جج محمد اکبر خان کی عدالت میں پیش ہوا۔ اس کیس کی پیروی کے لئے مسلمانوں کے اصرار پر دارالعلوم دیوبند سے علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا نجم الدین، مولانا ابوالوفاء، مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری، مفتی محمد شفیع اور دیگر اکابرین دیوبند پیش ہوئے۔ قادیانیت نے بھی اپنے اہم لوگوں کو عدالت بھیجا۔ جن میں جلال الدین شمس جیسا مناظر بھی تھا۔ جب کہ ان لوگوں کے پیچھے سرظفر اللہ خان قادیانی کا دماغ چل رہا تھا۔ دونوں اطراف کے رہنماؤں نے علمی دلائل کی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور ان کے رفقاء نے دلائل اور حقائق بتانے میں انتہاء کردی اور عدالت میں قادیانیت کو خوب بے نقاب کیا۔ قادیانیت کی حمایت کرنے والوں کے جواب میں مولانا ابوالوفاء شاہجہان پوری نے ۶۰۰ صفحات پر مشتمل جواب الجواب عدالت میں دائر کیا۔ اس سے قادیانیت کے پرخچے اڑ گئے۔ جج محمد اکبر خان صاحب نے دونوں طرف سے دلائل سننے کے بعد ۷؍فروری ۱۹۳۵ء کو فیصلہ سنایا اور مسماۃ غلام عائشہ کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے لکھا کہ قادیانیوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اور قادیانی اپنے عقائد کے اعتبار سے کافر ہیں۔ اس لئے مسلمان اور کافر کا نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔ جج محمد اکبر خان مرحوم نے نہایت بصیرت افروز اور مدلل فیصلہ مدعیہ مسماۃ غلام عائشہ کے حق میں صادر فرمایا۔ یہ فیصلہ جج محمد اکبر خان کی ایمانی عظمتوں کا روشن ثبوت ہے۔ یہ عدالتی فیصلہ حق اور باطل کے درمیان، اسلام اور کفر کے درمیان تاریخ کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ جج محمد اکبر خان مرحوم ومغفور نے جو فیصلہ ۷؍فروری ۱۹۳۵ء کو سنایا تھا۔ ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر اس فیصلہ کی توثیق کردی۔ پوری ملت اسلامیہ جج محمد اکبر خان مرحوم ومغفور کی مشکور ہے۔ جج محمد اکبر خان ۵؍مئی ۱۹۵۲ء کو اس دنیا سے تشریف لے گئے اور آج بہاول پور شہر میں محلہ مبارک پورہ میں اپنے پرانے گھر میں محو استراحت ہیں۔ ان کے مزار مبارک کے ساتھ ایک مدرسہ ہے جہاں بچے صبح سے شام تک قرآن پڑھتے ہیں اور اس کا ثواب انہیں مستقل مل رہا ہے۔ ان کے مزار مبارک پر ایک کتبہ ہے جس پر یہ عبارت درج ہے: ”پاسبان ناموس رسالت جناب جسٹس محمد اکبر خان مرحوم ومغفور، ریٹائرڈ چیف جسٹس وناظم اعلیٰ مذہبی امور سابق ریاست بہاول پور، تاریخ وفات ۵؍مئی ۱۹۵۲ء بمطابق ۱۰؍شعبان ۱۳۷۱ھ“ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس پاسبان ناموس رسالت کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین!

محمد افضل سکنہ ڈیرہ غازیخان نامی شخص بھی اس لالچ میں آ گیا۔ وہ ملتان شیر شاہ اسٹیشن پر قادیان جانے کے لئے تیار کھڑا تھا کہ سمہ سٹہ سے ایک گاڑی آئی۔ اس ریل گاڑی سے ایک نورانی شکل بزرگ اترے۔ اس بزرگ کو دیکھ کر لوگ پروانوں کی طرح ملنے لگے۔ اس قادیان جانے والے شیخ محمد افضل نے لوگوں سے اس بزرگ کا تعارف پوچھا تو معلوم ہوا یہ خواجہ محمود تونسویؒ ہیں۔ یہ بھی حضرت کو ملنے کے لئے آگے بڑھا۔ حضرت صاحبؒ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور نام لے کر فرمایا: ''تو جو کچھ بن، مگر قادیانی نہ بن'' یہ شخص حضرت کا یہ فرمان سن کر واپس گھر چلا گیا۔ کچھ دنوں بعد تونسہ شریف آیا۔ حضرت صاحب کو آ کر کہا: ''حضرت! آپ نے مجھے قادیان نہ جانے دیا۔ اب دعا کریں مجھے کوئی ملازمت مل جائے۔'' حضرت نے اس کے لئے دعا فرمائی۔ اس کو اللہ پاک نے اعلیٰ نوکری عطا فرما دی۔

جناب محمد رمضان مغیثی صاحب نے بیان کیا کہ تحصیل تونسہ شریف میں فاضلہ کچھ اندر پہاڑ کے ابوالحسن جلالانی بزدار مولانا نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے۔ دہلی سے یہاں آتے ہی لوگوں کو نئے مسلک کی تبلیغ شروع کر دی۔ حضرت خواجہ محمود صاحب کے والد گرامی خواجہ اللہ بخشؒ نے اس کے بھائی کو کہلا بھیجا کہ اپنے بھائی کو روکو۔ یہ یہاں ایسا کام نہ کرے۔ مگر ابوالحسن باز نہ آیا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا: ''یہ شخص فلاح نہیں پائے گا۔ چنانچہ یہ شخص ۱۹۰۱ء میں قادیان گیا۔ وہاں سے قادیانی بن کر آیا۔ آتے ہی جھگڑا امام شاہ ڈیرہ غازی خان کے نزدیک بستی رنداں کے اہلحدیثوں کو قادیانی بنا ڈالا۔ جب یہ شخص یہاں واپس آیا تو خواجہ محمود صاحبؒ نے اس کو جلاوطن کرایا۔

سیمینار گوجرانوالہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد عارف شامی نے برق میرج ہال گوجرانوالا میں ''حیا ایمان کا جز'' سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ گزشتہ کچھ عرصہ سے ملک پاکستان میں فحاشی اور بے حیائی کا سیلاب جس تیزی سے پروان چڑھ رہا ہے۔ یہ افسوس ناک اور خطرناک صورتحال ہے۔ کسی غیر اسلامی معاشرے میں فحاشی و بے حیائی کا ہونا کوئی نئی بات نہیں۔ مگر کسی اسلامی ملک میں خصوصاً وہ ملک جو نظریہ اسلام کی بنیاد پر وجود میں آیا ہو، اس میں فحاشی و بے حیائی کا ابھرنا لمحہ فکریہ ہے۔ جنسی اشتعال انگیزی پر مشتمل حیا باختہ عورتوں کی تصاویر اس قدر عام ہوگئی ہیں کہ گھریلو استعمال کی عام اشیاء کو بھی ان سے آلودہ کر دیا گیا ہے۔ اخبارات و رسائل کے سرورق پر فلمی اور ماڈلنگ کی دنیا کی نیم عریاں تصویروں کا چھپنا ایک عام معمول بن چکا ہے۔ جو تھوڑی بہت کسر رہ گئی تھی وہ ٹی وی چینلوں اور فیشن شوز نے پوری کر دی ہے۔ انٹرنیٹ اور موبائل کمپنیوں کے نت نئے پیکج اس وبا کو عام کرنے میں مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ برقی آلات جس قدر کم قیمت پر پاکستان میں میسر ہیں، پوری دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ مغربی قوتوں کا ایک سوچا سمجھا منصوبہ ہے۔ جس کے تحت یہ سب کچھ بڑھایا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس بے حیائی کے سیلاب کو روکنا وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر اعظم پاکستان کا فرض منصبی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ سیلاب نسل نو کے ایمان کو بہا لے جائے۔ سیمینار میں علماء کرام، وکلاء، ڈاکٹرز اور تاجر حضرات نے بھی خطاب کیا۔ طلباء اور عوام الناس کی بھرپور شرکت نے سیمینار کو کامیاب بنایا۔

وقت کے جلیل القدر پیرو مرشد تھے۔ان کو تعمیرات کا بڑا شوق تھا۔انہوں نے دینی مدرسہ سلیمانیہ کی توسیع کی۔خانقاہ کے چاروں طرف مریدین،فقراء کے لئے مہمان خانے تیار کرائے۔اپنی خلوت نشینی (عبادت) کے لئے ایک مسجد نما عبادت گاہ تعمیر کرائی۔تونسہ شریف کے مشہور مؤرخ جناب محمد رمضان مغیثی جو دیکھنے میں تو ایک سادہ آدمی معلوم ہوتے ہیں مگر تاریخ کے خزانہ ہیں،ان سے معلوم ہوا کہ خواجہ غیاث اللہ تونسوی اپنی تالیف ''حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش کریم تونسویؒ'' ص:۱۳۱ پر تحریر کرتے ہیں کہ ڈاکٹر بشارت احمد کی اپنی تالیف ''مجدد اعظم یعنی سوانح عمری مرزا غلام احمد قادیانی جس کو احمدیہ انجمن لاہور نے ذوالقعدہ ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء میں شائع کیا'' میں لکھتا ہے کہ ''حضرت اقدس (مرزا مرتد) نے سلسلہ چشتیہ کے مشہور بزرگ خواجہ اللہ بخش تونسوی کو خط لکھا اور انہوں نے ازراہ تکبر اس کا جواب نہ دیا۔پھر ایک کتاب ''براہین احمدیہ'' ان کی خدمت میں بھیجی گئی۔انہوں نے کتاب کو پھاڑ کر اور اس پر یہ لکھ کر واپس کر دیا کہ خبیث!ہمیں تمہاری کتابوں کی ضرورت نہیں۔ہمیں اپنے بزرگوں کے ملفوظات کافی ہیں۔'' ڈاکٹر خلیق احمد نظامی علی گڑھی اپنی کتاب ''تاریخ مشائخ چشت'' میں تحریر کرتے ہیں کہ ''مرزا غلام احمد قادیانی نے اس وقت اپنے عقائد کی ترویج شروع کی اور اکثر علماء کو مباحثہ کی دعوت دی خواجہ صاحب نے اپنی جگہ بیٹھ کر نہایت سختی کے ساتھ ان فتنوں کی تردید کی اور کوشش کی کہ مسلمانوں کا مذہبی احساس اور وجدان گمراہ کن تحریکوں سے متاثر نہ ہو۔'' (تذکرہ خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی،سنہ اشاعت جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ/اگست ۲۰۰۰ء)

خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کے ملفوظات ''غذاء الحزین'' مؤلف حافظ نور محمد مکھڈی ترجمہ مولانا عبدالغفور سلیمانی ص نمبر ۱۵۰،۱۵۱ پر لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا:''میرے پاس مرزا قادیانی کا خط آیا ہے کہ تم میرے مقابلہ میں لاہور آؤ۔میری بات سنو!اگر تم نہ آئے تو میں ایک آپ کے خلاف اشتہار شائع کروں گا۔لوگ نہ آپ کے پاس آئیں گے اور نہ کوئی آپ کا مرید ہوگا۔میں نے اس کو لکھا ہے:اے خبیث!تو جو کچھ کر،کر لے۔میں مریدوں کی جائیداد نہیں کھاتا۔بلکہ اپنے پیرو مرشد کی جائیداد کھاتا ہوں۔''

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء کرام کے نام ایک جگہ تحریر کئے ہیں۔اس فہرست میں خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کا نام اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں دوسرے نمبر پر رکھا ہے۔حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کا وصال ۲۹ر جمادی الاوّل بروز ہفتہ بعد نماز فجر دوران دعا ۱۳۱۹ھ بمطابق ۱۳ر ستمبر ۱۹۰۱ء میں ہوا۔حضرت کے دو بیٹے خواجہ محمودؒ صاحب،خواجہ محمد موسیٰ صاحبؒ تھے۔خواجہ محمودؒ صاحب نہ صرف پیر تھے۔بلکہ عالم دین بھی تھے۔وقت کے علماء کے بڑے قدردان تھے۔خواجہ شاہ سلیمانؒ کے دینی مدرسہ سلیمانیہ کے تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے علماء کی سرپرستی کی اور مدرسے کا نام محمودیہ رکھا گیا۔اٹک سے مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ کو اپنے مدرسہ میں خاص طور پر لے کر آئے۔حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ،حضرت مفتی احمد الرحمٰنؒ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی اور مولانا قاری سعید الرحمٰنؒ راولپنڈی والے کے والد گرامی تھے۔

خواجہ محمود صاحب بھی عملی طور پر قادیانیوں کے بڑے مخالف تھے۔قادیانیوں نے ڈیرہ غازی خان میں ایک اسکول کھولا اور شرط رکھی کہ جو اس اسکول میں پڑھائے گا اور قادیان جائے گا تو اسے نوکری ملے گی۔شیخ

کو اعزاز دیا جاتا تھا۔ پروفیسر سلطان محمود نے قومی اسمبلی کے ممبران، یونیورسٹی کے پروفیسر صاحبان، طلباء کو اس ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے جب عقائد اور نظریات بتائے تو اس کے خلاف یونیورسٹی کے اندر نفرت پھیل گئی۔ ڈاکٹر قادیانی کے آنے سے پہلے ہی ہنگامہ کھڑا ہوگیا۔ اس کا پروگرام نہ صرف ناکام ہوا۔ بلکہ وہ شرمسار ہو کر واپس چلا گیا۔

حکیم عبدالرحمٰن جعفر یہاں دیسی جڑی بوٹیوں کی ادویات، مرکبات، کشتہ جات تیار کرتے ہیں۔ جعفر دواخانہ کے نام سے ملک بھر میں اپنی تیار کردہ ادویات سپلائی کرتے ہیں۔ علماء حق، اولیاء حق کی دل و جان سے قدر کرتے ہیں۔ تحریک شیر گڑھ، تحریک ختم نبوت، جمعیت علماء اسلام اور تمام دینی جماعتوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اہل اللہ سے تعلق کی بنا پر صوفی محمد اقبالؒ خلیفہ مجاز شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کے خلیفہ مجاز مولانا محمد اشرف جھنگ والے، پیر طریقت مولانا عبدالقادر ڈیروی خلیفہ مجاز مولانا علی مرتضیٰؒ صاحب گدائی شریف ڈیرہ غازی خان نے خلافت عطا فرمائی۔ یہ پورا خاندان خواجگان کندیاں شریف سے جڑا ہوا ہے۔ ان کا گھرانہ جمعیت علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مہمان خانہ ہے۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ اور قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن جب بھی تونسہ شریف تشریف لائے، مہمان نوازی میں یہ لوگ دریا دل ہو جاتے ہیں۔ اس وقت حکیم محمد خان کے نوجوان صاحبزادے حکیم عبدالرحیم جعفر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تحصیل تونسہ شریف کی جماعت میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے مختصر حالات

خواجگان برادری کا مورث اعلیٰ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ محمد زکریاؒ جعفر کے ہاں ۱۱۸۳ھ، بمطابق ۱۷۷۰ء میں اندر پہاڑ درگ گڑگوجی اندر پہاڑ کوہ سلیمان میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم اور تصوف رشد و ہدایت کا سبق حاصل کرنے کے لئے چشتیاں کے علاقہ مہار شریف میں حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کی خدمت میں چلے گئے۔ ۶ رسال وہاں رہے۔ اس کے بعد اپنے وطن گڑگوجی میں واپس آئے۔ ۱۲۱۴ھ بمطابق ۱۷۹۹ء میں اس تونسہ شریف میں اپنی مستقل رہائش رکھی۔ حضرت پیر کامل تھے اور وقت کے جلیل القدر اولیاء اللہ میں ان کا نام شمار کیا جاتا ہے۔ سلسلۂ چشتیہ کے نایاب گوہر ہیں۔ کوہ سلیمان کا ایک آدمی مہار شریف حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے پاس دعا کرانے کے لئے گیا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا: ''یہاں کیوں آئے ہو۔ یہاں کا مکھن کوہ سلیمان کا پٹھان لے گیا۔ جا شاہ سلیمان تونسوی کے پاس۔'' مشہور مؤرخ غلام رسول مہر نے اپنی کتاب ''سرگزشت مجاہدین'' میں لکھا ہے کہ شاہ سید احمد بریلویؒ کا ایک جہادی قافلہ جب اس علاقے سے گزرا تو وہ حضرت خواجہ صاحبؒ کا مہمان ہوا۔ اس قافلہ میں حضرت شہید سید احمد بریلویؒ کے بھانجے مولانا محمد جعفرؒ (مؤلف المنظورہ) بھی شامل تھے۔ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے ہاں پانچ پانچ سو تک مہمان، فقیر، مرید رہتے تھے۔ حضرتؒ کا لنگر ہمہ وقت جاری رہتا تھا۔ حضرت کا وصال ۷ رصفر المظفر ۱۲۶۷ھ ۱۲ ردسمبر ۱۸۵۰ء میں ہوا۔ حضرت کے دو صاحبزادے خواجہ صاحب کی زندگی میں ہی انتقال کر گئے۔

خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کے حالات

خواجہ سلیمان تونسویؒ کے بعد ان کے پوتے خواجہ اللہ بخش تونسویؒ حضرت کے جانشین ہوئے۔ یہ بھی اپنے

مشائخ تونسہ شریف کی تحریک ختم نبوت میں خدمات

قسط نمبر:1

مولانا عبدالعزیز لاشاری

تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان کی پسماندہ تحصیل ہے۔اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ خراسان کا ایک بادشاہ یہاں سیروتفریح کے لئے آیا۔اس بادشاہ کو طاؤس (مور) رکھنے کا بڑا شوق تھا۔اس کا طاؤس یہاں مرگیا۔تب سے اس جگہ کا نام طاؤس مشہور ہوگیا۔رفتہ رفتہ عوام میں تونسہ مشہور ہوگیا۔دوسری وجہ تسمیہ اس کی یوں بیان کی جاتی ہے کہ چونکہ بنیادی طور پر یہ تحصیل پسماندہ اور ریگستانی ہے۔یہاں کی تمام تر آبادی کا دارو مدار بارشوں پر ہی ہے۔پانی کی کمی کی وجہ سے یہاں کے باسی پیاسے رہتے تھے۔تُسا لفظ سرائیکی میں پیاسے کو کہتے ہیں۔تُسا سے تونسہ بن گیا۔بعد میں یہاں کے بزرگوں کی عزت واحترام میں لوگ اس کو تونسہ شریف کہتے ہیں۔

ایک دفعہ راقم الحروف شہید ناموس رسالت مولانا مفتی سعید احمد جلالپوریؒ کے ساتھ لاہور میں سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ کی زیارت کے لئے گیا۔مفتی سعید احمد جلالپوریؒ نے میرا تعارف کرایا۔بعد میں میں نے کہا: تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان سے تعلق ہے۔حضرت میرے یہ الفاظ سن کر خاموش ہوگئے۔پھر فرمایا: تونسہ شریف کہا کرو۔

جعفر برادری اندر پہاڑ کوہ سلیمان میں پٹھان قبیلہ کی مشہور ومعروف شاخ ہے۔اس برادری کے اس وقت دو حصے مشہور ہیں۔حکیم برادری،خواجہ برادری۔حکیم برادری کا مورث اعلیٰ ۱۸۸۵ء میں خان محمد جعفر تونسہ شریف میں آیا۔اسی کی پشت میں سے حکیم احمد خان مشہور ومعروف شخصیت گزرے جنہوں نے حکمت، حکیم عبدالرسول سکنہ بھکر بار سے پڑھی۔وہاں سے حکیم احمد خان دینی تعلیم حاصل کرتے کرتے ملتان سے چیچہ وطنی جا پہنچے۔وہاں اپنی حکمت کے جوہر دکھائے۔

اس خاندان کا تعلق خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میانوالی سے بنیادی چلا آرہا ہے۔اسی نسبت سے چیچہ وطنی میں دواخانہ سراجیہ قائم کیا۔وہاں پر چیمہ برادری سے بھائی بندی اور دوستی قائم ہوئی۔حکیم عبدالرشیدؒ چیمہ کو نہ صرف حکمت کے موتی دیئے۔بلکہ اس خاندان کو بھی خانقاہ سراجیہ سے جوڑ دیا۔حکیم عبدالرشید حضرت خواجہ خان محمدؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔تقسیم پاک وہند کے بعد تونسہ شریف کے دوست حکیم احمد خان کو واپس تونسہ شریف لے آئے۔سراجیہ دواخانہ حکیم عبدالرشیدؒ کے ذمہ لگایا۔حکیم احمد خان کے تین بیٹے حکیم محمد خان، پروفیسر سلطان محمود، حکیم عبدالرحمٰن جعفر۔حکیم محمد خان تونسہ شریف میں ایک مشہور سیاسی سماجی آدمی تھے۔یہاں جعفر دواخانہ قائم کیا۔اس وقت ان کے صاحبزادے حکیم عبدالقادر، حکیم عبدالکریم، حکیم عبدالرحیم جعفر چلا رہے ہیں۔پروفیسر سلطان محمود اعلیٰ تعلیم یافتہ، سیاسی، سماجی اور تحریکی آدمی تھے۔تحریک نظام مصطفیٰ میں تین ماہ تک جیل میں رہے۔

۱۹۸۶ء میں تحریک شیر گڑھ میں اہم کردار ادا کیا۔جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں جب ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو بڑے اعزاز دیئے جارہے تھے۔ملک بھر میں بے چینی تھی۔ایک دفعہ قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں اس

ہے اور ہر لحاظ سے مکمل۔“ (فہرست کتب الیاس برنی ص ۱۲ ، یہ فہرست صراط الحمید ج ۲ کے آخر میں شائع کی گئی ہے۔)

کتاب کے خاتمہ پر موصوف نے جو لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اللہ سے کیسا تعلق تھا اور ان کے دل میں کیسا ایمان راسخ تھا۔ تحریر فرماتے ہیں: ”علم المعیشت کا بیان ختم ہوتا ہے۔ اب صرف آخری نکتہ جتانا باقی ہے کہ اگر کل پہلوؤں پر غور کر کے بنی نوع انسان اپنی زندگی کے واسطے بہترین معاشی اصول دریافت کرنا چاہے تو اس کی ہدایت کے واسطے اللہ جل شانہ نے دریائے حکمت کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ قرآن پاک میں معاشی زندگی کے متعلق بہت سی ہدایتیں موجود ہیں اور صدہا سال کا تجربہ بھی آج انہی ہدایات کا مؤید نظر آتا ہے۔

ہم صرف ایک آیت شریفہ پر اکتفا کرتے ہیں: ”کلوا واشربوا ولاتسرفوا انہ لا یحب المسرفین“ ﴿کھاؤ اور پیو اور بے جا خرچ نہ کرو۔ اس کو خوش نہیں آتے بے جا خرچ کرنے والے (الاعراف آیت ۳۱)﴾ (علم المعیشت ص ۷۶۸) اس کتاب کے سرورق کی پیشانی پر یہ آیت شریفہ ”ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا“ ﴿اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اس کی ملتی ہے، گذران تنگی کی (طٰہٰ آیت ۱۲۴)﴾ پھر یہ کتاب باہتمام محمد حقدی شروانی مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ ۱۳۴۶ھ ۱۹۲۷ء میں شائع کی گئی تھی۔

تصنیفات وتالیفات میں تین باتوں کی پابندی

برنی کتاب کی تالیف وترجمہ میں حسب ذیل تین بنیادی اصول کی پابندی کرتے تھے۔ سلاست زبان، صفائی بیان، دلچسپی مضامین۔ (ایضاً) مناسب طریقہ سے کتاب کو سہل بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن صحت کو بھی سہولت کی خاطر قربان نہیں ہونا چاہئے۔ ان کی ہر کتاب کے قبول عام ہو جانے کا ایک اہم راز یہ بھی ہے کہ ان کی ہر تالیف میں ان امور کی پابندی پائی جاتی ہے۔

عظمت قرآن کانفرنس گوجرانوالہ

اسلام کی ترویج واشاعت اور دینی تعلیمات کے فروغ میں دینی مدارس سب سے بڑی این جی اوز اور مثالی کردار کے حامی ہیں۔ برصغیر میں اسلامی اقدار وروایات کے پھیلاؤ میں علماء کرام اور دینی مدارس کے روشن کردار کا انکار کرنا تاریخی حقائق کو مسخ کرنے کے مترادف ہے۔ ناموس رسالت کا دفاع ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ زندگی کے آخری سانس تک عقیدۂ ختم نبوۃ اور ناموس رسالت ﷺ کا دفاع کرتے رہیں گے۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ لاہور کے امیر مفتی محمد حسن، شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی اور مولانا عثمان بیگ فاروقی نے جامع مسجد ومدرسہ سیدنا ابوذر غفاریؓ جہانگیر کالونی طارق آباد کھوکھر کی گوجرانوالا میں عظمت قرآن کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت اپنی نئی پالیسیوں کے ذریعے مدارس کو نشانہ بنانے کا خواب دیکھنا چھوڑ دے کیونکہ قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے تو اس سے منسلک لوگ بھی محفوظ رہیں گے۔ انہوں ملک میں علماء کرام کی بڑھتی ہوئی ٹارگٹ کلنگ پر اظہار تشویش کرتے ہوئے کہا کہ علماء کرام وعوام الناس کو تحفظ فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے جسے پورا کرنے میں ابھی تک حکومت ناکام رہی ہے۔ انہوں نے علماء کرام کے تحفظ کو یقینی بنانے کا مطالبہ کیا۔

وفات

اگست ۱۹۵۷ء میں اپنی کوٹھی بیت السلام سیف آباد میں جو ایک خوشنما پہاڑی پر واقع ہے۔ برنی نامہ لکھا پھر دسمبر ۱۹۵۸ء کے آخر میں عزیزوں سے ملنے بلند شہر آئے۔ تقریباً ۸۹ سال کے تھے کہ ۲۵ رجنوری ۱۹۵۹ء میں حرکت قلب بند ہوئی اور اللہ کو پیارے ہوگئے۔ قاضی کے قبرستان میں جہاں ان کے باپ دادا دفن ہیں، وہیں ان کی قبر ہے۔ تدفین کے وقت جب سینہ پر کافور ملا گیا تو وہ سمٹ کر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صورت اختیار کر گیا تھا جسے دیکھ کر ناظرین حیران وششدر رہ گئے۔ یہ انہی بزرگوں میں سے تھے جن پر یہ فقرہ صادق آتا ہے۔

دنیا خورد و عقبیٰ برد

دنیا میں مزے اڑائے اور آخرت میں بھی کامیاب رہے۔ ’’ذلك فضل الله يوتيه من يشاء ‘‘اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہے عطا فرمائے۔ یہ واقعہ مجھ سے ڈاکٹر فاروق مصطفیٰ صاحب نے بیان کیا کہ یہ میرے والد صاحب کا چشم دید واقعہ ہے۔ تلامذہ: برنیؒ نے عمر بھر پڑھایا ان کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن تعلقات کم ہی شاگردوں سے رہے۔ جو شاگرد ان سے رہنمائی حاصل کرتے رہے یا جن کی تعلیم وتربیت کی سرپرستی ونگرانی ان کے سپرد رہی۔ ان سے تعلقات قائم رہے۔ چنانچہ شہزادہ نواب اعظم جاہ بہادر ولی عہد کے دونوں شہزادے مکرم جاہ، انور معظم جاہ شاگرد رہے اور یہ ان کی تعلیم وتربیت میں شریک رہے کہ وہ جب ولایت سے آتے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور ملاقات کرتے تھے۔ (برنی نامہ ص ۲۵)

تصنیفات وتالیفات...... ترجمے اور بعض مشہور اور اہم کتابوں کا تعارف

برنیؒ نے کتاب ’’علم المعیشت‘‘ مولوی عبدالحق معتمد انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کی فرمائش وہمت افزائی پر لکھنی شروع کی تھی۔ (صراط الحمید ج ا ص ۳۴۹) یہ وہ زمانہ تھا جب کہ موصوف کی ایم اے اور ایل ایل بی کی تعلیم جاری تھی۔ (ایضاً) موصوف علی گڑھ کالج میں بی اے کے طلبہ کو معاشیات بھی پڑھاتے تھے اور ان کا کاروان عمر ابھی پچیسویں منزل طے کر رہا تھا۔ اردو میں سات سو صفحات سے زیادہ کی کتاب پہلی بار ۱۹۱۷ء میں انجمن ترقی اردو نے شائع کی تھی۔ برنیؒ نے اس کی تمہید علی گڑھ کالج میں لکھی تھی۔ اس کتاب کے متعلق ایک بالغ نظر ہوشمند ودانشور عالم مولانا عبیداللہ سندھیؒ (المتوفی ۱۹۴۴ء) کی رائے یہ ہے۔ یورپ میں میری سیاحت کے لئے مولوی الیاس صاحب برنی کی ’’علم المعیشت‘‘ بھی ایک محسن کتاب ہے۔ اگر یہ کتاب مجھے نہ ملتی تو میں یورپی اقتصادی پروگرام کو سمجھنے کے قابل نہ ہوتا۔ (مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں، مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ ص ۳۵)

یہ ایک ایسی علمی شخصیت کی رائے ہے جس نے اس فن کی تحصیل کسی کالج یا یونیورسٹی میں نہیں کی تھی۔ صرف اس کتاب کے مطالعہ سے ایسی بصیرت حاصل کی تھی کہ پورے یورپ کی علم المعیشت کو بخوبی سمجھ گئے تھے۔ موصوف نے اسے اپنی محسن کتابوں میں شمار کیا۔ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ (المتوفی ۱۹۳۸ء) جو خود بھی معاشیات کے بڑے عالم اور دنیا کے نامور دانشوروں میں سے ہیں، وہ اس کتاب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ’’آپ کی کتاب ’’علم المعیشت‘‘ اردو زبان پر احسان عظیم ہے اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہے کہ اکنامکس پر اردو میں یہ سب سے پہلی کتاب

احرام کے مسائل ان سے پوچھ کر زینت کتاب کئے گئے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا شفیع الدین نگینہ والے مدت دراز سے بحیثیت مہاجر، مکہ معظمہ میں مقیم ہیں۔ حضرت کے علم وفضل کا کیا کہنا۔ سبحان اللہ! خاص کر مناسک حج پر ایسا عبور بہت نادر ہے۔ اسی لئے حضرت سند مانے جاتے ہیں۔ دوسرے حج میں تحقیق مناسک میں حضرت سے نیاز حاصل ہوا۔ اس ناچیز کے حال پر بہت عنایت وشفقت مبذول رہی۔ چنانچہ مدینہ منورہ کی آمد ورفت کے متعلق احرام کے مندرجہ بالا مسائل حضرت کا عطیہ ہیں جو بطور خیر جاریہ درج کئے گئے ہیں۔'' (ایضاً ص ۲۵۳)

برقی نے علماء دیوبند کی تعلیمی خدمات کا اعتراف مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے: ''اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ علماء دیوبند میں اشاعت تعلیم کا جو حوصلہ اور سلیقہ ہے۔ اس کی مثال ہندوستان کے دیگر علماء میں کم نظر آتی ہے۔ البتہ عقائد کی بحث جدا ہے۔ یہ ایک قدیم بحث ہے، نئی نہیں۔'' (ایضاً ج ۲ ص ۱۴۸) برقی کو مولانا مناظر احسن گیلانی (المتوفی ۱۹۵۶ء) سے زیادہ جاننے والا کون ہوگا۔ دونوں جامعہ عثمانیہ کے پروفیسر تھے۔ دوست تھے۔ ایک پیر کے مرید وخلیفہ تھے۔ وہ برقی کے متعلق اپنے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں: ''پروفیسر الیاس برنی میرے ہم مشرب دوست ہیں۔'' (مکاتیب مناظر احسن گیلانی مرتبہ منت اللہ رحمانی، مونگیر، دارالاشاعت رحمانی ۱۹۷۳ء ج ۱ ص ۱۰۳)

برقی اس زمانے کی عظیم شخصیات میں سے تھے لیکن بعض اوقات بڑی شخصیات سے بڑی غلطی ہوجاتی ہے۔ یہ لازمہ بشر ہے کوئی بشر اس سے خالی نہیں۔ چنانچہ تحفہ محمدی میں درود تاج با ترجمہ شامل کیا ہے۔ اس میں بعض الفاظ قابل اعتراض موجود ہیں اور وہ صحیح احادیث سے ثابت نہیں۔ اور یہ درود، درود شریف کی کسی معتبر کتابوں میں منقول نہیں۔ اس کے بجائے اگر وہ اپنا القائی درود اس میں شامل کرتے تو بہتر ہوتا۔ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہئے۔ معمول بہا عبادات کے اجر وثواب سے زیادہ کسی عمل کا اجر وثواب بتایا جائے۔ یہ بات اس روایت کے جعلی اور بناوٹی ہونے کی نشانی ہے۔ برقی نے نذر ونیاز کا مسئلہ درست لکھا۔ وہ لکھتے ہیں: ''یوں تو ایصال ثواب کے لئے کوئی دن وتاریخ اور کوئی طور طریقہ معین نہیں۔ تاہم ہر کام کا ایک موقع اور سلیقہ ہوتا ہے۔ اگر اس کو لازم نہ سمجھا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ باقی نہیں رہتا۔ لیکن عملاً وہ سب کچھ کرتے تھے جو عام طور پر رائج ہے۔'' چنانچہ فرماتے ہیں: ''۱۲؍محرم کو ہلیم (حلیم) پر سید الشہداء کی فاتحہ ہوئی۔ غرض محرم شریف کی فاتحہ جو اپنا معمول ہے، مدینہ منورہ میں بخیر وخوبی انجام پائی۔'' (صراط الحمید ج ۲ ص ۱۵۰، ۲۶، ۲۷)

ان کی مجموعی حسنات کے مقابلہ میں یہ فروگذاشتیں ایسی ہیں جن کا وزن زیادہ نہیں۔

ناظم دائرۃ المعارف اور جامعہ عثمانیہ میں رجسٹرار

نیز ناظم دائرۃ المعارف العثمانیہ بھی رہے اس کے بعد آخر دو سال جامعہ عثمانیہ میں رجسٹرار رہے۔ (برنی نامہ ص ۴)

ملازمت سے سبکدوشی

اکتوبر ۱۹۴۸ء میں جامعہ عثمانیہ سے سبکدوش ہوئے۔ (ایضاً) یہاں ان کی زندگی کا تیسرا دور پورا ہوا۔ برنی کی زندگی کا زیادہ تر زمانہ حیدرآباد میں گزرا۔ وہیں کوٹھی بنوائی۔ حیدرآباد میں لڑکیوں کی شادیاں کیں۔ کتابیں لکھیں اور ۱۹۱۷ء تا ۱۹۵۸ء زیادہ تک تصنیف وتالیف کا کام انجام پاتا رہا۔

پروفیسر محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ

قسط نمبر:5

ڈاکٹر مولانا عبدالحلیم چشتی

برنیؒ کا مسلک ومشرب

برنیؒ علی گڑھ کے تعلیم یافتہ تھے۔ وہ باقاعدہ عالم نہ تھے نہ دیوبندی علماء سے پڑھا تھا۔ نہ بریلوی علماء کے مدرسہ کے فاضل تھے۔ گھرانہ دیندار تھا۔ اس میں میلاد ہوتا تھا جو اس زمانہ میں صوفیانہ مشرب بزرگوں میں رائج تھا۔ ان کی والدہ نذر و نیاز (بزرگوں کی روحوں کو ایصال ثواب کیلئے خیرات) بہت احتیاط و اہتمام سے کرتی تھیں۔

(صراط الحمید ج ا ص ۳۱۹)

برنیؒ صوفی مشرب تھے اور صوفیاء سے ان کا تعلق ہر زمانہ میں برابر قائم رہا ہے۔ اس لئے وہ بردہ خوانی اور قصیدہ بردہ پڑھتے تھے۔ سیرت اور میلاد النبی کے جلسہ میں جاتے۔ بہت عمدہ اور زوردار تقریر کرتے تھے۔ اس میں دانشور، محققین، تعلیم یافتہ اور اہل علم بکثرت آتے تھے۔ نیز حیدر آباد کے فرمانروا میر عثمان علی خان بھی شرکت کرتے تھے۔ کتاب ''قادیانی مذہب'' اسی جلسہ کا مظہر اور ثمرہ ہے۔ بایں ہمہ وہ ایک منصف مزاج شخصیت کے مالک تھے۔ وہ دیوبندی علماء کی کتابیں پڑھتے اور ان سے استفادہ کرتے۔ ان کا احترام کرتے تھے۔ وہ حضرت گنگوہی کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' کے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ چنانچہ حج بدل کی بحث میں لکھتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالرشید (رشید احمد گنگوہیؒ) نے اس (حج بدل کے) مسئلہ کو اپنی تالیف ''زبدۃ المناسک'' میں بہت وضاحت اور تاکید سے بیان فرمایا ہے۔ یہ تالیف دیکھنے کو تو مختصر سی ہے لیکن غور و فکر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ واقعی دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ اس سے مولانا کے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ (ایضاً ج۲ ص ۶۸، مطبوعہ نسخہ میں عبدالرشید چھپا ہے، یہ موصوف کی لغزش قلم ہے) دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''زبدۃ المناسک دیکھنے میں گو ایک چھوٹی سی اردو کتاب ہے۔ حضرت مولانا حاجی رشید احمد گنگوہیؒ نے تمام مسائل حج اس خوبی سے یکجا کر دیئے کہ دریا کوزہ میں بند نظر آتا ہے۔ غور کیجئے تو اجمال میں تفصیل موجود ہے۔ اس سے حضرت کے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک علمی کرامت نظر آتی ہے۔ حجاج کے لئے یہ کتاب بڑی نعمت ہے۔ مولوی یحییٰ صاحب تاجر کتب گنگوہ شریف ضلع سہارنپور نے اس کو شائع کیا ہے۔

(صراط الحمید ج ا ص ۳۰۴)

وہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے والد مولانا ذوالفقار علی دیوبندی کی کتاب قصیدہ بردہ کی شرح ''عطر الوردہ'' کا یوں ذکر کرتے ہیں۔ قصیدہ بردہ کی اردو میں کئی شرحیں موجود ہیں۔ ایک شرح ''عطر الوردہ'' کے نام سے مطبع مجتبائی دہلی نے شائع کی ہے۔ خوب ہے۔ (ایضاً ص ۱۸۳)

حضرت مولانا شفیع الدین مہاجر مکی جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ ومجاز تھے اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ ان کے مرید و خلیفہ تھے۔ مناسک حج کے ماہر تھے۔ برنیؒ نے مدینہ منورہ کی آمد و رفت کے متعلق

کے رگ وریشے میں پیوست تھا۔ تاہم اجازت ملنے کے بعد حضرت مولانا زبیر الحسنؒ نے اپنے آپ پر اعتماد کیا اور نہ اپنے آپ کو صلاح وتزکیے سے بے نیاز تصور کیا۔ چنانچہ وہ حضرتؒ سے استفادہ کرنے اور ان کے سامنے اپنے احوال پیش کرنے کے لیے برابر ان سے مراجعت کرتے رہے۔ اپنے خاص پیر ومرشد کے دنیا سے چلے جانے کے بعد وہ مستقل اپنے والد گرامی حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کی زیر نگرانی رہے۔ پھر آپ اپنے والد کی وفات کے بعد ان کے متوسلین اور دیگر سالکین کی رہنمائی اور نگرانی فرماتے رہے۔

فراغت تعلیم کے بعد آپ مدرسہ کاشف العلوم میں استاذ مقرر ہوئے اور بڑھتے بڑھتے حدیث کی اعلیٰ ترین کتابیں پڑھانے لگے۔ ۱۹۶۹ء کو حضرتؒ کی نواسی سے آپ کا نکاح ہوا۔ جن کے بطن سے تین بیٹے مولوی زہیر، صہیب، خبیب اور تین بیٹیاں حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے۔ عمر کے آخری دس پندرہ سالوں میں آپ کا جسم بہت زیادہ بھاری ہوگیا تھا جس کی وجہ سے گوناگوں عوارض کا شکار ہوگئے۔ مگر بایں ہمہ آخردم تک اپنے معمولات پورے کرتے رہے۔ آپ کے بعد اب تبلیغی جماعت کی عالمی شوریٰ کے اراکین میں سے صرف دو ہی حضرات مولانا صاحبزادہ محمد سعد کاندھلوی اور حضرت حاجی محمد عبدالوہاب صاحب مدظلہما ہی رہ گئے ہیں۔ حق تعالیٰ ہر دو حضرات کی عمروں میں برکت عطا فرمائے اور حضرت مولاناؒ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

آنحضرت ﷺ کے معجزات

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ایک اعرابی آپ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اس اعرابی نے سوال کیا کہ کیا آپ کی نبوت پر کوئی گواہ بھی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں! یہ درخت جو میدان کے کنارے پر ہے۔ میری نبوت کی گواہی دے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس درخت کو بلایا اور وہ فوراً ہی زمین چیرتا ہوا اپنی جگہ سے چل کر بارگاہ اقدس میں حاضر ہوگیا۔ اس نے باآواز بلند تین مرتبہ آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دی۔ پھر آپ ﷺ نے اس کو اشارہ فرمایا تو وہ درخت زمین میں چلتا ہوا اپنی جگہ پر چلا گیا۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ سفر میں ایک منزل پر حضور اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لیے میدان میں تشریف لے گئے۔ مگر کہیں کوئی آڑ کی جگہ نظر نہیں آئی۔ ہاں! البتہ اس میدان میں دو درخت نظر آئے جو ایک دوسرے سے کافی دوری پر تھے۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کی شاخ پکڑ کر چلنے کا حکم دیا تو وہ درخت اس طرح آپ ﷺ کے ساتھ چلنے لگا جس طرح مہار والا اونٹ مہار پکڑنے والے کے ساتھ چلنے لگتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے دوسرے درخت کی ٹہنی تھام کر اس کو بھی چلنے کا اشارہ فرمایا۔ وہ بھی چل پڑا اور دونوں درخت ایک دوسرے سے مل گئے۔ آپ ﷺ نے ان کی آڑ میں اپنی حاجت رفع فرمائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حکم دیا تو وہ دونوں درخت زمین چیرتے ہوئے چل پڑے اور اپنی اپنی جگہ پہنچ کر جا کھڑے ہوئے۔ (زرقانی ج۵ ص۱۲۸تا۱۳۲)

انہی معجزات کو علامہ بوصیریؒ نے اپنے قصیدہ میں تحریر فرمایا کہ:

جَاءَ تْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً	تَمْشِیْ اِلَیْهِ عَلٰی سَاقٍ بِلَا قَدَمٍ

نے اس کی اجازت ہی نہ دی۔ مرکز نظام الدین میں مجمع کی کثرت کی وجہ سے رات پونے دس بجے ہی نماز جنازہ کی ادائیگی کی صورت نکل سکی۔ ہجوم کی کثرت کے باوجود مجمع انتہائی منظم اور پرسکون تھا۔ کوئی ایسی بدنظمی، انتشار اور افراتفری سننے میں نہیں آئی۔ جیسا کہ عام طور پر اس طرح کے جم غفیر میں، جس میں مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ضرور دیکھنے کو ملتی ہے۔

عالمی تبلیغی جماعت کا شروع سے ایک اصول چلا آرہا ہے کہ کسی ایک بزرگ کو مشورہ سے اپنا امیر بنا کر اسی کی اطاعت میں جماعت اپنا سفر طے کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ بالترتیب عالمی امیر رہے۔ ۱۹۹۵ء میں حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کی وفات کے بعد مشورہ سے امارت کا طریقہ کار ختم کر کے شورائی نظام کا سسٹم اپنایا گیا۔ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ اس عالمی شوریٰ کے فیصل اور امیر مقرر ہوئے۔ علاوہ ازیں آپ کے والد محترم حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ رائے ونڈ کے عالمی اجتماع میں نکاح کی مجلس میں بیان اور اجتماع کی اختتامی دعا فرمایا کرتے تھے۔ اس کی ذمہ داری بھی آپ کے کاندھوں پر آئی۔ بلاشبہ آپ کی دعا بڑی رقت انگیز ہوا کرتی تھی اور صاف محسوس ہوتا تھا کہ اس شخص کو امت کا کس قدر غم وفکر ہے کہ اسی میں گھلا جارہا ہے۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ ۱۰؍ جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ مطابق ۳۰؍ مارچ ۱۹۵۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے بسم اللہ یعنی تعلیم کی ابتداء کروائی۔ مرکز نظام الدین کے مدرسہ میں قرآن کریم حفظ کیا۔ ابتدائی فارسی وعربی درسیات گھر پر پڑھیں۔ ۱۰؍ شوال ۱۳۵۸ھ مطابق ۶؍ فروری ۱۹۶۶ء کو مظاہر علوم سہارنپور میں متوسط کتابوں داخلہ لیا اور وہیں سے دورۂ حدیث تک تعلیم مکمل کی۔ ۱۳۹۰ھ میں تعلیم سے فارغ ہوئے۔

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کو اچھا بننے کے لیے اچھے سے اچھا ماحول میسر آیا۔ ان کے گھر کا ماحول چونکہ خالص علمی اور دینی تھا۔ اس لیے بچپن ہی سے احکام الٰہی پر کاربند رہے۔ ان کی نشوونما دینی ماحول میں ہوئی تھی۔ اس لیے صلاح وتقویٰ ان کی فطرت بن گیا تھا۔ والد مولانا انعام الحسنؒ جیسے اللہ کے ولی ہر وقت موجود رہتے تھے۔ والدہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کی عابدہ، زاہدہ اور متقیہ صاحبزادی تھیں۔ پھر مظاہر علوم جیسی دینی درسگاہ کے قابل اور متقی اساتذہ کی شاگردی اختیار کرنے کا موقع ملا اور پھر سب سے بڑھ کر فراغت تعلیم کے بعد (اپنے نانا) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ جیسی عظیم شخصیت کی صحبت واسترشادی میسر آئی۔ ان سب نسبتوں نے آپ کو کندن بنا دیا تھا۔ وہ اکثر اپنے پیرومرشد کی زیارت کے لیے ان کی مجلسوں میں حاضر ہوتے۔ ان کی تعلیمات وہدایات سے رشد وہدایت کا چراغ اپنے دل میں روشن کرتے۔ اپنے رب کی چوکھٹ پر جبین نیاز خم کرنے کا سلیقہ سیکھتے اور مکمل دین پر عمل کرنے کی تربیت حاصل کرتے تھے۔ حضرتؒ اپنے مریدوں اور اپنے ہاں تربیت پانے والوں کی کڑی نگرانی کیا کرتے تھے۔ اس لیے وہ بیعت وخلافت اور تربیت وتزکیۂ باطن کی اجازت صرف اسی شخص کو دیا کرتے تھے جس کو وہ مکمل راست روی، بھرپور دینداری اور زندگی کے تمام شعبوں میں امانت ودیانت کے مطلوبہ معیار پورا اترتا ہوا پاتے تھے۔ حضرتؒ نے انہیں ۳؍ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ؍ ۱۰؍ فروری ۱۹۷۸ء ہی میں مدینہ منورہ میں اجازت وخلافت کے اعزاز سے سرفراز فرما دیا۔ جب کہ ان کی عمر ۲۸؍ سال کی بھی نہ تھی۔ اس سے اس بات کا بھی بخوبی پتہ چلتا ہے کہ صلاح وتقویٰ ان

حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد زین العابدین

مسلمانانِ پاک و ہند نے بالخصوص اور دنیائے عالم کے مسلمانوں نے بالعموم یہ خبر انتہائی غم و اضطراب کے ساتھ سنی کہ عالم ربانی، مصلح کبیر، پیر و مرشد اور دین حق کے عظیم اور بے لوث داعی حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اپنی حیاتِ مستعار کی ۶۳ منزلیں طے کرنے کے بعد ۱۸ مارچ ۲۰۱۴ء کو صبح تقریباً ۱۱ بجے دہلی کے ہسپتال میں کچھ عرصہ علیل رہنے کے بعد سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرتؒ ان چیدہ علماء، صلحائے امت اور داعیان حق کے سلسلے کی آخری کڑی تھے جنہیں برصغیر کے عوام و خواص میں یکساں مقبولیت اور اعتماد و استناد حاصل تھا۔ وہ اس وقت خلق خدا کی دینی آرزوؤں کا مرکز، علمائے عظام کی جائے امید، دعاۃ و مصلحین، نیز اتباع سنت، دین کی عملی تعلیمات کے حصول، عقیدے کی درستگی اور تعلق مع اللہ کی مضبوطی اور استحکام کی لگن اور تڑپ رکھنے والوں کا مرجع تھے۔ اس لیے ان کے اٹھ جانے سے پاک و ہند کے مسلمانوں کو ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے ان کے سروں سے سعادت و خوش بختی کا ایک ایسا گہرا سایہ اٹھ گیا ہے جو توفیق خداوندی سے انہیں مادیت کی تیز آندھی اور دنیا سے غیر معمولی وابستگی جیسے فتنوں سے بچائے رکھتا تھا۔

حضرتؒ کے مدنظر ہمیشہ یہ بات رہی کہ امت کے سامنے دین کو بے حد آسان شکل میں پیش کیا جائے اور پھر دعوتی میدان کا گہرا مطالعہ بتاتا ہے کہ امر بالمعروف داعیوں کے لیے آسان ہوتا ہے۔ چونکہ امر بالمعروف ایک مثبت عمل ہے جو آمر پر گراں بار ہوتا ہے نہ مامور پر۔ یہی وجہ ہے کہ اس پرفتن دور میں جب کہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات پیوست کر دی گئی ہے کہ دین اسلام پر چلنا بے حد مشکل امر ہے۔ حضرتؒ کی طرف سے بلکہ شروع ہی سے اکابرین تبلیغ کی طرف سے ہدایت تھی کہ لوگوں کو امر بالمعروف کی دعوت دی جائے۔ ان سے فرائض کی پابندی کرنے کو کہا جائے، برے اعمال ان سے آپ ہی چھوٹ جائیں گے۔ اسی محنت کی برکت سے الحمد للہ! آج دنیا کی گندگیوں میں لتھڑے ہوئے لوگ ایسے دین دار بن گئے کہ ان کے ہر عمل عبادات و معاملات، معاشرت و اخلاق سے دین جھلکتا ہے۔ مثالیں سب کے سامنے ہیں۔ یقیناً اس میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ کا ایک بڑا حصہ ہے۔ وہ بندگانِ خدا کو سیدھی راہ دکھلانے اور اپنی شبانہ روز کی بے پناہ کوششوں کے ذریعے ان کا خدا سے رشتہ جوڑنے اور انہیں سنت نبوی ﷺ اور شریعت محمدی ﷺ کے قالب میں ڈھالنے کے لیے ہر وقت فکر میں گھلتے اور پگھلتے رہتے تھے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں عامۃ الناس کی نگاہوں میں اتنی مقبولیت اور محبوبیت سے نوازا کہ ان کی وفات کی خبر وحشت اثر کے پھیلتے ہی ہزاروں معتقدین و محبین کو ایسا صدمہ اور ایسا رنج پہنچا، جسے قید تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔ چنانچہ ان کی وفات کی خبر ملتے ہی وہ ذکر و اذکار، تلاوت قرآن و دعا اور ان کی روح کو ثواب پہنچانے میں ہمہ تن مصروف ہوگئے اور نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت سے بہرہ یابی کے لیے پاکستانی مسلمانوں میں سے تو ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ جس طرح بھی بن پڑے وہ مرکز نظام الدین بھارت کے لیے روانہ ہو جائے لیکن سرحدی کشاکشی

قاریؒ کے استاد محترم نے جب ان کو نبی آخرالزمان کی نشانیاں بتائیں تھیں۔ ان میں ایک نشانی یہ بھی تھی:

''آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔''

حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے آپ ﷺ کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں اتارا۔ بوجہ تنہائی آپ نے اکیلا پن محسوس کیا تو سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اذان دی اور جب کہا کہ ''اشھد ان محمد رسول اللہ'' تو سیدنا آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ جبرائیل! یہ محمد ﷺ کون ہیں؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ آخری نبی ہوں گے۔

عالم برزخ میں تذکرہ ختم نبوت

اسی طرح جب مسلمان فوت ہوکر قبر میں جائے گا تو اس سے منکر نکیر سوال کریں گے۔ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کون سا، اور تو کس نبی کا پیروکار ہے۔ جواب میں کہے گا: میرا رب اللہ وحدہ لاشریک، میرا دین اسلام اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں جو آخری نبی ہیں۔ یہ سن کر فرشتے کہیں گے: تو نے سچ کہا۔

حشر کے میدان میں ختم نبوت کا تذکرہ

سیدنا ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میدان حشر میں جمع ہونے والے تمام انسان آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے کہ اللہ تعالیٰ سے حساب وکتاب شروع کرنے کی سفارش فرمادیں۔ تمام انبیاء کوئی نہ کوئی عذر پیش کردیں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: لوگ میرے پاس آکر عرض کریں گے اے اللہ کے آخری رسول! اللہ کے حضور حساب وکتاب شروع فرمانے کی سفارش فرمائیں۔ تو میں سفارش کروں گا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں خطبہ دیتے ہوئے اعلان فرمایا: ''اے لوگو! میرے بعد نبی کوئی نہیں اور تمہارے بعد اب امت کوئی نہیں۔'' سیدنا علی المرتضیٰؓ سے جو روایت منقول ہے اس میں خاتم النبیین اور امام المرسلین کے الفاظ ہیں۔

شب معراج میں

شب معراج میں سیدنا جبرائیل امین نے آسمانوں پر آپ ﷺ کا تعارف بھی کرایا کہ محمد اللہ کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ یہاں بھی آپ ﷺ کا امتیازی وصف ''خاتمیت'' ذکر کرکے ختم نبوت کی اہمیت بتلادی گئی۔

قارئین! عقیدۂ ختم نبوت اتنا اہم عقیدہ ہے کہ عالم ارواح، عالم دنیا، عالم قبر اور حشر کے میدان اس کا تذکرہ ہے اور شب معراج میں آپ ﷺ کا تعارف خاتم النبیین کے نام سے ہورہا ہے۔ اس عقیدہ کی حفاظت کرنا اور اس عقیدہ کے مخالفین قادیانیوں کے خلاف کام کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

عالم ارواح... برزخ وحشر میں تذکرۂ ختم نبوۃ

مولانا محمد علی صدیقی

نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد اب قیامت کی صبح تک کوئی نیا نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ جو دعویٰ نبوت کرے گا، کذاب اور دجال ہوگا۔ امت مسلمہ اس کا مقابلہ کرے گی۔ انشاء اللہ! نبی کریم ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء کی ارواح کو جمع کر کے عہد لے لیا تھا کہ جب میرا رسول تمہاری زندگی میں آ جائے تو تم نے ان پر ایمان لانا ہے اور اس کی مدد کرنی ہے اور انبیاء علیہم السلام نے اللہ کے اس عہد کو بسر وچشم قبول فرمایا۔ اس بات سے ثابت ہوا کہ آقا ﷺ کی ذات گرامی خاتم النبیین ہے۔ پھر آپ ﷺ کی شان جلالت بھی واضح کی۔

۱...... معراج کی رات تمام انبیاء نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز باجماعت ادا کی۔

۲...... تمام انبیاء آپ ﷺ کے جھنڈے کے تحت حشر میں جمع ہوں گے۔

۳...... سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء نے اپنی امت کو آپ ﷺ کی آمد کی خبر دی۔

۴...... سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اب تک اللہ تعالیٰ نے زندہ رکھا کہ وہ تشریف لا کر آپ ﷺ کی امت کی مدد کریں گے۔ جب فتنہ دجال ظاہر ہوگا۔ اور یہ عہد اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۸۱ میں درج کیا۔ آیت میں ''ثم'' کا لفظ ہے۔ ثم عربی کلام میں تراخی کے لئے آتا ہے۔ پتہ چلا کہ سیدالاولین والاخرین ﷺ سب سے آخر میں آئیں گے اور نبی کریم ﷺ خود فرما رہے ہیں: میں تخلیق میں سب انبیاء سے پہلے ہوں اور آمد میں تمام انبیاء کے بعد ہوں۔

حضرت آدم علیہ السلام ابھی خمیر میں تھے

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کے نزدیک اس وقت خاتم النبیین لکھا ہوا تھا۔ جب آدم علیہ السلام کو ابھی وجود بھی نہیں ملا تھا۔ (مسند احمد، کنزالعمال) اور اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں جس بھی نبی کو بھیجا ان سے یہ عہد ضرور لیا کہ اگر ان کی زندگی میں حضرت محمد ﷺ آ جائیں تو ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں۔

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کا آپ ﷺ کی نبوت کا اعلان

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر لگا دی: ''محمد رسول اللہ وخاتم النّبیین'' اور سیدنا علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان بھی مہر تھی۔ جس پر لکھا ہوا تھا: ''آپ انبیاء علیہم السلام کے ختم کرنے والے ہیں'' اور اسی طرح حضرت سیدنا سلمان

حضرت نانوتویؒ اور عشق رسالت مآبؐ کے چند واقعات

۱...... ہندوستان میں سبز رنگ کا عمدہ جوتا تیار ہوتا ہے۔ جس پر شاندار کڑاھی کی جاتی ہے۔ شرفاء استعمال کرتے ہیں۔ حضرت نانوتویؒ نے ساری زندگی استعمال نہیں کیا کہ اس کا رنگ سبز ہے۔

۲...... حضرت نانوتویؒ حج کے لئے تشریف لے گئے تو مدینہ طیبہ نظر آتے ہی سواری سے اتر گئے اور پیادہ سفر کیا۔ کئی میل پیادہ پتھریلی زمین پر سفر کرنا پڑا۔

۳...... مدینہ طیبہ قیام کے دوران کھانا پینا بہت کم کردیا۔ چوبیس گھنٹوں میں ایک دوبار تقاضا کے لئے جانا ہوتا تو اتنے دور نکل جاتے کہ مدینہ طیبہ وہاں سے نظر نہ آئے۔ جتنے دن قیام رہا اتنے دن اس پر سختی سے کاربند رہے۔

۴...... قصائد قاسمی پڑھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کتنے بڑے عاشق رسول تھے۔ ایک دو شعر پیش خدمت ہیں:

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
کہاں بلندی طور اور کہاں تری معراج
کہیں ہوئے ہیں زمین و آسمان بھی ہموار

اکیلا یہ قصیدہ ایک سو اکاون اشعار پر مشتمل ہے۔

حضرت نانوتویؒ نے تین حج کئے۔ ۴؍جمادی الاوّل ۱۲۹۷ھ کو آپ نے وصال فرمایا۔ آج جب فقیر ان کے مزار مبارک پر حاضر ہوا تو آپ کے وصال کو ایک سو اکتیس سال ہوچکے تھے۔ لیکن ان کی شخصیت کا بانکپن ہر زائر کے دل ودماغ پر سایہ فگن نظر آتا ہے۔ مقبرہ قاسمی میں آج ہزاروں صاحب علم وفضل مدفون ہیں۔ یاد رہے کہ اس قبرستان میں سب سے پہلی قبر مبارک آپ کی بنی تھی۔ ان دنوں یہ قبرستان شہر سے باہر تھا آج تو شہر کے وسط میں آگیا ہے۔ آپ کی تربت کو دیکھا اور تکتا ہی رہ گیا۔ جاری ہے!

ختم نبوت کانفرنس پنوں عاقل

۸؍مارچ بعد نماز مغرب شاہی بازار قادریہ مسجد پنوں عاقل میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۶۲رواں سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ صدارت قاری خلیل الرحمن اﷲ حزہ نے فرمائی۔ مولانا سید حسن شاہ حیدری، مولانا عبدالرزاق میکھو، قاری خلیل احمد بندھانی، مولانا محمد اکرم طوفانی، اور مولانا مفتی محمد راشد مدنی کے علاوہ مقامی ممتاز علماء کرام کے بیانات ہوئے۔

اسوہ رسول اکرم ﷺ، قادیانی پروپیگنڈے اور تحفظ ختم نبوت کی اہمیت، بنیادی موضوعات رہے۔ مرزائیوں کی مصنوعات کے بائیکاٹ کی ترغیب دی گئی۔ کانفرنس جمیعت علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی علماء کرام اور طلبہ کی ازبس محنت کے بل بوتے کافی نتیجہ خیز اور کامیاب رہی۔ مولانا مفتی کفایت اللہ نے کانفرنس کے اختتام پر دعا فرمائی۔

قاسمی ص ۱۵ پر لکھا ہے: ''ایک پادری تاراچند نام تھا۔اس سے گفتگو ہوئی۔آخر وہ بند ہوا اور گفتگو سے بھاگا۔سچ ہے شیروں کا مقابلہ لومڑیاں کیا کرسکیں؟''

آریہ کا فتنہ

آریہ کے پرچارک سوامی دیانند سرسوتی کی بدکلامی وبدزبانی کا اندازہ اس کی کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' کے چودھویں باب سے لگایا جاسکتا ہے کہ کتنا دریدہ دہن تھا۔وہ ۱۸۷۸ء میں ''رڑکی'' آیا،دن رات اسلام کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا۔حضرت نانوتویؒ نے اپنے شاگردوں کی جماعت کو اس کے تعاقب میں بھیجا۔سوامی دیانند کو معلوم تھا کہ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ضیق النفس کے مریض ہیں۔سفر نہیں کرسکتے۔اس نے آپ کے شاگردوں سے مناظرہ کرنے کے لئے عذر یہ تراشا کہ مجھے مولانا نانوتویؒ کے بغیر کسی سے مناظرہ نہیں کرنا۔حالانکہ حضرت شیخ الہندؒ مولانا فخرالحسن کاندھلوی، مولانا عبدالعدل موقع پر موجود تھے۔اب سوامی دیانند کی آڑ توڑنے کے لئے بیماری کے باوجود حضرت نانوتویؒ نے سفر کیا۔آپ شہر میں قیام پذیر ہوئے۔دیانند سوامی چھاؤنی میں قیام پذیر تھا۔مولانا کی آمد کا سنا تو اس کے اوسان خطا ہوگئے۔آپ اتمام حجت کے لئے کرنل صاحب کی کوٹھی پر چھاؤنی چلے گئے۔کپتان اور کرنل صاحب نے آپ کا اکرام کیا اور سوامی دیانند کو کرنل صاحب نے بلا کر کہا کہ آپ مولانا سے مجمع عام میں کلام کیوں نہیں کرتے۔تمہارا کیا نقصان ہے؟ اس نے کہا کہ مجمع عام میں فساد کا اندیشہ ہے۔کرنل صاحب نے کہا کہ میری کوٹھی پر بحث ہو جائے۔ہم فساد روکنے کا انتظام کرلیں گے۔دیانند نے کہا: نہیں ہم تو صرف اپنی کوٹھی پر بات کریں گے اور اجتماع عام بھی نہ ہو۔حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ ابھی اجتماع عام نہیں ہے۔ابھی گفتگو کرلیں۔آپ اعتراض کریں اور جواب لیں۔یا ہمارے سنیں اور جواب دیں۔دیانند نے کہا کہ میں گفتگو کے ارادہ سے نہیں آیا۔مولانا نے فرمایا: ابھی ارادہ کرلیں۔اس میں کیا دیر لگتی ہے۔مولانا نے فرمایا کہ بازار میں،گھر پر،شہر میں،کسی کونہ میں،عوام میں،خواص میں جہاں چاہیں میں گفتگو کے لئے تیار ہوں۔اس نے کہا کہ سوائے اپنی کوٹھی اور کہیں میں گفتگو کے لئے تیار نہیں۔اگلے دن کا طے ہوا۔لیکن پولیس کو کہہ کر مولانا کی کوٹھی آمد پر پابندی لگوادی۔چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ مولانا عبدالعدل کے تین روز بیان ہوتے رہے اور پنڈت دیانند کو برابر غیرت دلاتے رہے۔مگر اسے سانپ سونگھ گیا۔آخر حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ اچھا میری مجلس میں آکر میرے وعظ میں بیٹھ جاؤ۔اس کی بھی اسے جرأت نہ ہوئی۔سوامی دیانند سرسوتی نے اسلام پر اصولی گیارہ اعتراض کئے۔آپ نے دس اعتراضات کا جواب ''انتصار الاسلام'' اپنی کتاب میں دیا۔گیارھویں اعتراض کا جواب ''قبلہ نما'' میں دیا۔دیانند رڑکی سے بھاگا،میرٹھ گیا۔آپ میرٹھ پہنچ گئے۔دیانند وہاں سے فرار کر گیا۔اس کے بعد اس کے ایک چیلے لالہ نندلال نے اسلام کے خلاف ایک مضمون لکھا۔آپ نے اس کا جواب ''ترکی بہ ترکی'' اپنے رسالہ میں دیا۔غرض میرٹھ سے دوڑا تو کہیں کا کہیں جاپہنچا۔نہ کوئی راہ نظر آئی،نہ سر چھپانے کو اوٹ۔مولانا محمد قاسم نانوتویؒ زندہ باد ہوئے اور دیانند خائب وخاسر۔

حضرت نانوتویؒ کی ''تحذیر الناس'' پر بعض بدنصیبوں نے اعتراض کیا۔حضرت مولانا خواجہ قمرالدین سیالویؒ نے فرمایا کہ معترضین کی کھوپڑی بھی حضرت نانوتویؒ کی جوتی کے تلوے کو نہیں پہنچ سکتی۔

کے منصوبے بنانے لگا۔ ہند میں انگلستان سے پادری بلائے گئے۔ انہوں نے پورے ہند میں حکومتی وسائل سے فائدہ اٹھا کر صبح وشام ساون کے مینڈکوں کی طرح گلی وکوچہ، بازار، شہروں اور دیہاتوں میں وہ اودھم مچایا کہ کان پڑی نہ سنائی دیتی تھی۔ اس زمانہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے عیسائیوں کی کتاب انجیل کے محرف ہونے کے دلائل کو ''اظہار الحق'' میں یکجا کر دیا۔ مولانا آل حسن نے مسیحی عقائد کو آڑے ہاتھوں لیا۔ اپنی کتاب ''استفسار'' میں وہ دلائل جمع کر دیئے کہ اس عنوان پر اس سے بہتر کیا کوئی خدمت سرانجام دے گا؟ اب ایک مناظرہ کا میدان رہ گیا تھا۔ وہ متکلم اسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے حصہ میں رہا۔ ہوا یہ کہ شاہ جہان پور سے پانچ چھ میل کی مسافت پر چاند پور ہے۔ وہاں پر مسیحی حضرات کی تجویز سے ایک ہندو رئیس منشی پیارے لال کبیر پنتھی نے ۱۸۷۶ء میں ایک مذہبی اجتماع ''میلہ خداشناسی'' منعقد کیا۔ اس میں ہندو مسیحی اور مسلمان علماء کو باہمی مباحثہ کی دعوت دی۔ مگر لالہ جی نے ایک لکھی لکھائی ہندو مذہب کے عقائد پر پہیلی نما تحریر سنا کر، میدان مسیحوں اور مسلمانوں کے لئے خالی کر دیا۔ عیسائیوں کے نامی گرامی دیگر پادریوں کے علاوہ نولس بھی آیا ہوا تھا۔ جو بڑا لسان، عمدہ مقرر اور چوٹی کا مناظر تھا۔ پادری نولس نے موقف ودعویٰ یہ اختیار کر لیا ''مسیحی دین کے مقابلہ میں دین محمدی کی کچھ حقیقت نہیں'' حضرت نانوتویؒ، حضرت شیخ الہندؒ، مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ، مولانا سید ابوالمنصور دہلویؒ ایسے اکابر موجود تھے۔ پہلے دن تو تمام حضرات مسیحوں سے سوال وجواب کرتے رہے۔ مگر دوسرے دن صرف حضرت نانوتویؒ کو میدان میں اتارا گیا۔ آپ نے حقانیت اسلام پر ایسے دلائل پیش کئے کہ ان کے آگے اس پادری کی پیش نہ گئی۔ پہلے دن مسیحی حضرات کے اعتراضات کے جوابات ہو چکے تھے۔ اب مسیحیت کی تثلیث والوہیت وکفارہ پر آپ نے آج جو اعتراضات اٹھائے تو مجمع داد وتحسین دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ اختتام مجلس پر خود مسیحی مناظر باہمی کہتے ہوئے سنے گئے کہ آج ہم مغلوب ہوگئے۔ (میلہ خداشناسی ص۳۸)

اسلام کی حقانیت وصداقت اور مسیحیوں کی شکست وریخت کا منظر اس کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے۔

مباحثہ شاہجہان پور

مناظرہ چاند پور کے بعد ۱۸۷۶ء ہی میں شاہ جہان پور میں اہل اسلام اور باطل طبقات کے درمیان مباحثہ طے ہوا۔ پنڈت دیانند سرسوتی، منشی اندرمن، پادری اسکاٹ مفسر انجیل اور پادری نولس میدان میں لائے گئے۔ متعدد مشاہیر اسلام اس موقع پر موجود تھے۔ مگر گفتگو کے لئے ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو میدان میں اتارا گیا۔ ہندو لالے تو وقت کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر آؤٹ ہوگئے۔ اب میدان میں مسلمان اور مسیحی رہ گئے۔ حضرت نانوتویؒ نے عقلی ونقلی دلائل کے وہ انبار لگائے۔ ایسی صحیح وقطعی دلیلیں پیش کیں کہ مسیحی مناظر کوئی معقول جواب تو درکنار ایسے دم بخود ہوئے کہ دنیا کو ششدر کر دیا۔ اسلام اور اہل اسلام کا بول بالا ہوا۔ مسلمانوں کی کھلی فتح کا مسلمانوں اور مسیحیوں کے علاوہ متعصب ہندو نے بھی اعتراف کیا۔ خود منشی پیارے لال نے کہا کہ مولوی قاسم صاحب کا کیا حال بیان کیجئے۔ ان کے دل پر علم کی سرتی (علم کی دیوی) بولتی رہی تھی۔ (مباحثہ شاہجہان پور ص۹۲)

اسی طرح پادری تاراچند سے بھی حضرت نانوتویؒ کا مناظرہ ہوا۔ مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے سوانح

گولی بھی لگی۔ جس سے خون اتنا نکلا کہ آپ کے کپڑے تربتر ہوگئے۔ لیکن حق تعالیٰ نے آپ کو زندہ سلامت رکھا۔ آپ تھانہ بھون کے معرکہ میں سپہ سالار مقرر کئے گئے تھے۔ مولانا اپنے دور کے بہت ہی بہادر عالم دین تھے۔ اس معرکہ کے بعد آپ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ حضرت حاجی صاحب نے حجاز مقدس ہجرت اختیار کی۔ حضرت گنگوہی گرفتار ہوئے۔ مقدمہ چلا اور بری کردیئے گئے۔ آپ نے وارنٹ جاری ہونے کے بعد تین دن تک روپوشی اختیار کی۔ تین دن کے بعد باہر آ گئے۔ جگہ بدلتے رہے۔ لیکن روپوشی ختم کردی۔ ساتھیوں نے وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ تین دن روپوشی سنت ہے۔ اس سے زیادہ سنت کے خلاف ہوگا۔ جب حالات اعتدال پر آئے تو آپ نے رفقاء کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد جب انگریز نے اپنے اقتدار کو مزید پکا کرنے کے لئے راہیں اختیار کیں اور مختلف حیلوں سے اہل اسلام، اہل ہند کو کمزور کرنے کے لئے اس نے منصوبے بنائے۔ ٹڈی دل کی طرح انگلستان سے پادریوں نے ہند میں آ کر وہ دھما چوکڑی قائم کی کہ الامان، اس دور میں مستقل بنیادوں پر اہل اسلام کے ایمان اور اسلام کے ثبات وبقا کے جن حضرات نے اقدام کئے حضرت نانوتویؒ اس قبیلہ عشق ووفا کے سرپرست اعلیٰ تھے۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ حضرت حاجی عابد حسینؒ دارالعلوم کے پہلے مہتمم تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس تھے اور دارالعلوم دیوبند کے پہلے سرپرست حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تھے۔

۱۵ رمحرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ رمئی ۱۸۶۷ء کو دارالعلوم کی بنا رکھی گئی۔ پہلے استاذ ملا محمود دیوبندی تھے اور پہلے شاگرد محمود حسن دیوبندیؒ تھے۔ مسجد چھتہ کے صحن میں انار کے درخت کے نیچے درس کا آغاز کیا گیا۔ دارالعلوم دیوبند کے پہلے سرپرست حضرت نانوتویؒ، دوسرے سرپرست حضرت گنگوہیؒ، تیسرے سرپرست حضرت شیخ الہندؒ، چوتھے سرپرست حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، پانچویں سرپرست حضرت تھانویؒ ہوئے۔ اس کے بعد اس عہدہ کا استعمال ترک کردیا گیا۔ دارالعلوم کے پہلے مہتمم حضرت حاجی عابد حسینؒ، دوسرے مہتمم حضرت شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ، تیسرے مہتمم حاجی محمد فضل حق دیوبندیؒ، چوتھے مہتمم حضرت مولانا منیر احمد نانوتویؒ، پانچویں مہتمم حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ مقرر ہوئے۔ حافظ محمد احمد صاحبؒ حضرت نانوتویؒ کے صاحبزادے اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے والد گرامی تھے۔ چھٹے مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ، ساتویں مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ بنے۔ آپ کے بعد حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن بجنوریؒ اور آج کل حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب مہتمم ہیں۔ غرض حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور آپ کے گرامی قدر رفقاء نے دارالعلوم کی بنیاد رکھ کر اسلامیان ہند پر ہی نہیں بلکہ اسلامیان عالم پر احسان کیا کہ آج پوری دنیا میں دارالعلوم دیوبند کے چشمہ سے علم وفضل کا وہ فیض جاری ہے جو اصلها ثابت وفرعها فی السماء کا مصداق ہے۔

مباحثہ چاندپور

حضرت نانوتوی نے مسلمانوں کے دین وایمان کی سلامتی کے لئے دارالعلوم کی بنیاد رکھ کر ترویج واشاعت اسلام کا مستقل بنیادوں پر اہتمام کردیا۔ لیکن انگریز نے جہاں ہند پر قبضہ کیا وہاں وہ اہل ہند کو مسیحی بنانے

کے ممالک، میرا ملک، آپ کے گھر، میرا گھر، سب راحت وسکون، امن وسلامتی سے وقت گزار سکیں۔ جب مولانا نے تقریر ختم کی۔ دعا کے بعد تمام سامعین وشرکاء کے چہروں پر طمانیت وسکون کے جذبات تھے۔ سب نے آپ سے مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔ پاکستانی وفد کے لئے رات کے کھانے کا اہتمام حضرت مولانا سید محمود مدنی کے مکان پر تھا۔ رات گئے جاکر آرام کیا۔

۱۴ر دسمبر کی مصروفیات

فجر کی نماز دارالعلوم کی قدیم مسجد میں پڑھی۔ حضرت مولانا زاہد الراشدی اور فقیر کو مولانا جنید صاحب نے لیا اور ہم نماز کے بعد قبرستان قاسمی میں حاضر ہوئے۔ یہ قبرستان علم وفضل، تقویٰ وولایت کے کتنے عظیم لوگوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اس پر فقیر کیا عرض کر سکتا ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ساتھ جانب مغرب حضرت مولانا قاری محمد طیب، حضرت نانوتوی کے قدموں میں حضرت شیخ الہندؒ، ان کے ساتھ جانب مغرب حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ۔ آپ کے ساتھ پہلو میں جانب مغرب حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ۔ ان حضرات نے یہاں لاکھڑا کیا۔ تمام قبرستان کے لئے ایصال ثواب کیا۔ دعا مانگی واپس آ گئے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

حضرت نانوتویؒ کا سن پیدائش ۱۲۴۸ھ ہے۔ تاریخی نام خورشید حسن ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام شیخ اسد علی تھا۔ حضرت نانوتویؒ کا سلسلہ نسب سیدنا صدیق اکبرؓ سے ملتا ہے۔ ناظرہ قرآن مجید اور معمولی لکھنا پڑھنا گھر پر جلد ہی سیکھ لیا۔ والد صاحب نے آپ کو نانوتہ سے دیوبند بھجوا دیا۔ مولانا نے یہاں پر عربی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ پھر سہارنپور اپنے نانا جی کے پاس آ گئے۔ یہاں مولانا محمد نواز سہارنپوری سے آپ نے فارسی وعربی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ محرم ۱۲۶۰ھ حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ کے ہمراہ دہلی آ گئے۔ مولانا مملوک سے عربی کتب پڑھیں اور دورہ حدیث شریف شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے پڑھا۔ چند مطابع میں تصحیح کتب کا کام کیا۔ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ ان دنوں بخاری شریف کا حاشیہ لکھ رہے تھے۔ انہوں نے بخاری شریف کے آخری پانچ چھ سپارے آپ کے سپرد کئے۔ جو آج تک ہندوستان وپاکستان میں بڑے سائز کے بخاری شریف کے نسخہ کے ساتھ چھپ رہے ہیں۔ جب اہل علم نے ان سپاروں پر اس شرح کو دیکھا تو حضرت احمد علی محدث سہارنپوری کے انتخاب کی داد دی۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا کہ میں بیت اللہ شریف کی چھت پر کھڑا ہوں اور میرے قدموں سے نہریں نکل کر چہار سو پھیل رہی ہیں۔ مولانا مملوک علی صاحب نے اس کی تعبیر یہ فرمائی تھی کہ تمہارے سے علم دین کا فیض چہار سوئے عالم بکثرت جاری ہوگا۔ آپ کے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو لسان عطا فرماتا ہے۔ جیسے حضرت شاہ شمس تبریزؒ کی لسان حضرت مولانا رومؒ کو بنایا۔ اسی طرح مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو میری لسان بنایا ہے۔ جو میرے دل میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ مولانا محمد قاسم صاحب کی زبان پر جاری فرما دیتے ہیں۔

حضرت نانوتویؒ نے عملاً جنگ آزادی میں حصہ لیا۔ میدان کارزار میں بھی اترے۔ آپ کو دوران جہاد

اور پورے خطہ میں محبت کے پرچار کے لئے مثبت تجاویز دیں۔ عشاء کی نماز کے لئے وقفہ ہوا۔ اجتماع میں اکثریت مسافر حضرات پر مشتمل تھی۔ اس اجلاس کے مہمان خصوصی حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے امامت کے فرائض سرانجام دیئے اور سارک ممالک کے تمام وفود میں شریک پوری دینی قیادت آپ کی امامت میں صف بستہ ہوگئی۔ عشاء کے بعد اجلاس کا دوسرا سیشن شروع ہوا۔ سب سے آخری خطاب حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا ہوا۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا بیان

آپ نے فرمایا کہ جنگ عظیم دوم کے بعد استعماریت کا جو دور شروع ہوا، کیا مسائل کے حل کے لئے جنرل اسمبلی، اقوام متحدہ، بین الاقوامی اداروں کے احکامات نے حالات کو سنبھال لیا ہے؟ کیا پوری دنیا میں امن ہوگیا ہے؟ اگر اس وقت بھی پوری دنیا میں امن قائم کرنے کے تقاضے موجود ہیں تو پھر پوری دنیا کو تسلیم کرلینا چاہئے کہ آپ نے مشرق ومغرب، طاقتور اور زیردست کے لئے جو علیحدہ علیحدہ پیمانے بنا رکھے ہیں۔ وہ کبھی بھی دنیا کو سکون مہیا نہیں کرسکتے۔ اس سے مسائل بڑھے ہیں۔ امن قائم نہیں ہوا۔ آج پوری دنیائے مغرب مل کر مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ جو امتیازی سلوک کررہے ہیں۔ ان کے اس طرز عمل نے دنیا کو جہنم کدہ بنادیا ہے۔ آج اس سے بڑھ کر کیا دہشت گردی ہوسکتی ہے کہ میرے ملک میں میرے ملک کے جمہوری اداروں کا بنایا ہوا قانون غیر مؤثر ہو جائے۔ مغرب مل کر کہے کہ اس قانون کو ختم کرو۔ اس کو ختم کرو۔ میرے ملک پر حکم چلے مغرب کا، حکم چلے امریکا کا اور ان کا حکم بھی طاقتور کے لئے اور ہو۔ زیردست کے لئے اور ہو۔ ان کا حکم میرے مذہبی اور اعتقادی مسائل میں بھی مداخلت کرے۔ الجھاؤ پیدا کرے۔ امریکہ، یورپ، مسلمان کے نزدیک کائنات کی سب سے محترم شخصیت آنحضرت ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ پر اپنے تحفظات رکھتے ہوں اور تحفظات بھی معاندانہ اور جانب دارانہ ہوں تو مجھے بتایا جائے کہ دنیا میں کیونکر امن قائم ہو؟ ملٹی پل کمپنیاں، این.جی.اوز نے اس خطہ کے گلی کوچہ میں عریانی، فحاشی، اسلام دشمنی کو مشن بنالیا ہے۔ وہ اس خطہ کی ثقافت پر حملہ آور ہیں۔ وہ اس خطہ کی روایات کو دفن کرنے کے درپے ہیں۔ تو پھر دنیا میں کیونکر امن قائم ہوگا؟

آج اس امن عالم کانفرنس میں سوچیں کہ ''نائن الیون'' کے بعد حالات نے صرف ہند نہیں، صرف پاکستان نہیں بلکہ پورے ریجن کے لئے نئے مسائل پیدا کردیئے ہیں۔ ناٹو کو برقرار رکھنے کے لئے نیا عذر تلاش کرلیا گیا ہے۔ اسلام کو نشانہ پر رکھ لیا گیا ہے۔ آپ، ہم اور پورے خطہ کے ذمہ داران آج ایک سوچ کے ساتھ یہاں پر جمع ہیں۔ ہم نے اپنے خطہ اور ریجن کے بارے میں سوچنا ہے۔ اپنے اپنے ملک اور اپنے اپنے گھر کے بارے میں سوچنا ہے۔ اسلام کے بارے میں سوچنا ہے۔ اسلام سلامتی کا دین ہے۔ شریعت اسلام امن کی داعی ہے۔ ہماری نبی علیہ السلام کو معلم بنا کر مبعوث کیا گیا۔ آپ کی تعلیمات مکارم اخلاق کی بلندیوں کو چھوتی ہیں۔ سیاست دینی، النظام الصالح لاداء حقوق الخالق والمخلوق کا مصداق ہیں۔ یہ تمام چیزیں باہم تلازم کا درجہ رکھتی ہیں۔ ناٹو ختم نہیں ہوا۔ اس نے اپنا ماٹو تبدیل کرلیا ہے۔ ہم دین کے داعی ہیں۔ ہم صلح وآشتی کے پرچارک ہیں۔ ہم محبتوں کو تقسیم کرنے والے ہیں۔ ہم دشمنی نہیں، دوستی کے علمبردار ہیں۔ تاکہ پوری انسانیت، یہ ریجن، برصغیر، آپ

مدنی کی سیادت اور پھر جہاں اس خطہ کے عوام کے مسائل پر غور کرنے کے لئے جمع ہو جائیں۔ آپ اس کو نور علی نور قرار دے سکتے ہیں اور یہی کیفیت اس اجلاس کو حاصل تھی۔ اجلاس میں بہت عمدہ عمدہ تجاویز آئیں۔ دہشت گردی، انتہاء پسندی اور فرقہ واریت کی لعنت سے جان چھڑانے کے لئے تمام اجلاس متفق تھا۔ سارک کے ممالک کے عوام وخواص کا باہمی احترام اور قدر مشترک پر بھی تجاویز آئیں۔ حضرت مولانا محمد خان شیرانی نے بہت عمدہ گفتگو فرمائی۔ آپ نے فرقہ واریت اور پھر اس میں تشدد کے عنصر کی شمولیت کی مذمت کرتے ہوئے جو فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

مولانا محمد خان شیرانی کا بیان

ہر اختلاف مذموم نہیں اور نہ ہی ہر اتحاد محمود ہے۔ بلکہ اختلاف واتحاد کے حدود ہیں۔ ان حدود کی رعایت کرتے ہوئے اعتدال کا راستہ اختیار کرنا، دین ہے۔ مرتد کی سزا شریعت میں متعین ہے۔ مرتد کو مہلت دی جائے گی۔ اس کے شکوک کو دور کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ باز نہیں آتا۔ ارتداد سے توبہ نہیں کرتا تو بھی پبلک میں سے کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ اس کو سزا دے۔ بلکہ اسے سزا دینا اسلامی ملک کے قاضی کی ذمہ داری ہے اور اس پر عمل درآمد حکومت کی ذمہ داری ہے۔ لیکن اگر عدالت اسلامی نہیں، یا مملکت اسلامی نہیں یا کہ اسلامی تو ہیں لیکن کسی مجبوری یا بداعمالی یا کسی دنیا کی حالت کے تغیر پذیر تناظر کی رو سے اس پر عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ تب بھی پبلک کو سزا دینے کی قطعاً اجازت نہیں۔ پبلک کا فرد یا ادارے ایسا کرتا/کرتے ہیں۔ تو وہ اسلام کی تعلیمات کے علی الرغم عمل کے مرتکب گردانے جائیں گے۔

اب قابل توجہ یہ امر ہے کہ ارتداد جیسے جرم کی سزا ہم دینے کے حق دار نہیں۔ پبلک ایسا اقدام نہیں کر سکتی تو کیا کسی ملکی یا فرقہ وارانہ اختلاف کی بنیاد پر کسی کو سزا دینے کے ہم حق دار ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ اسلام کو بدنام کر رہا ہے۔ اس کا یہ عمل پورے معاشرہ کے لئے سخت مہلک ہے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ قطعاً اسلام کا خیر خواہ نہیں بلکہ اسلام کو بدنام کرنے والا ہے۔ پھر کیا اس پر بھی کبھی سوچا گیا کہ اگر کسی سے اختلاف ہے تو اس کو انفرادی طور پر سزا دینے کا ہم حق نہیں رکھتے۔ ایک بچہ، معصوم، عورت، بیمار اور بوڑھے کو حالت جنگ میں بھی قتل کی اسلام اجازت نہیں دیتا تو فرقہ واریت کے علم بردار حملہ آور فرد کو بیمار، بوڑھے، بچے، عورت کو قتل کرنے کا کس نے اختیار دیا ہے؟ غرض کسی بھی طرح فرقہ وارانہ قتل کے مرتکب افراد کے عمل کو اسلام کی تعلیم یا نیک عمل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ یہ خالصتاً فساد فی الارض قرار دیا جائے گا۔ جہاد عبادت ہے اور اس کے احکام ہوتے ہیں۔ اگر احکام کے پورے نہ ہونے کے باوجود کوئی اپنے طرز عمل کو جہاد کا نام دیتا ہے تو وہ اسلام کی تعلیمات کو مسخ کرتا ہے۔ ہر شخص جہاد کے نام پر قانون کو ہاتھ میں لے تو یہ جہاد نہیں، فساد ہوگا۔ ایک یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ فتوٰی کو نعرہ قرار دیا جا رہا ہے اور یا یہ کہ نعرہ بازی کو فتوٰی قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ دونوں باتیں درست نہیں۔ دونوں کے حدود ہیں۔ ان کو پامال کرنا دین اسلام کو بدنام کرنے کا بدترین راستہ ہے۔ اس سے اجتناب ضروری ہے۔

حضرت مولانا عبدالغفور حیدری، مولانا رشید احمد لدھیانوی، مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مولانا زاہد الراشدی نے بھی مختصر اور جامع تجاویز دیں۔ مولانا قاری محمد حنیف صاحب نے دہشت گرد تنظیموں سے اظہار لاتعلقی

امن عالم کانفرنس دیوبند

جمعیت علماء ہند کے زیر اہتمام ۱۳،۱۴ اردسمبر ۲۰۱۳ء کو دیوبند میں امن عالم کانفرنس رکھی گئی تھی۔ ۱۳ اردسمبر مغرب کے بعد دیوبند کے ایک شادی ہال میں کانفرنس کا پہلا اجلاس تھا۔ حضرت مولانا زاہد الراشدی اور فقیر نے مغرب نانوتہ میں پڑھی۔ وہاں سے بھاگم بھاگ عشاء سے کچھ دیر قبل سیدھے کانفرنس میں حاضر ہوئے۔ یہ اجلاس صرف بیرونی مہمانان اور جمعیت علماء ہند کے صوبائی اور مرکزی عہدہ داران پر مشتمل تھا۔ ڈیڑھ دوصد کے قریب حاضری ہوگی۔ اس اجلاس میں پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال، رنگون، سری لنکا، مالدیپ گویا تمام سارک ممالک کے علماء کی نمائندہ وفود تشریف لائے ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں برطانیہ، جنوبی افریقہ کے وفود بھی شامل تھے۔ سٹیج پر پہلے اجلاس میں حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب، حضرت مولانا محمد خان شیرانی پاکستانی وفد سے تشریف فرما ہوئے۔ اس اجلاس کے مہمان خصوصی اور آخری خطاب حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کا ہوا۔ تلاوت ونظم کے بعد جمعیت علماء ہند کے مرکزی امیر، امیر الہند نے خیر مقدمی کلمات ارشاد فرمائے۔ پھر حضرت مولانا سید محمود مدنی ناظم عمومی جمعیت علماء ہند نے اجلاس کی غرض وغایت بیان کی کہ حضرت شیخ الہندؒ کے وصال کو سو سال پورے ہونے پر جمعیت علماء ہند نے اس مناسبت سے امن عالم کانفرنس کا اہتمام کیا۔ آج ۱۳ اردسمبر مغرب کے بعد سے عشاء تک پھر عشاء کے بعد سے ساڑھے دس بجے تک اس کے یہ خصوصی اجلاس ہوں گے۔ امن عالم کے لئے آپ حضرات تجاویز دے سکتے ہیں۔ ۱۴ اردسمبر صبح ۹ ربجے سے پونے گیارہ بجے تک پھر اسی ہال میں خصوصی اجلاس ہوگا۔ آپ حضرات کی تجاویز کی روشنی میں مشترکہ اعلامیہ تیار کیا جائے گا۔ گیارہ بجے سے ڈیڑھ بجے تک دیوبند کی عیدگاہ میں جلسہ عام ہوگا۔ جس میں ملکی اور غیر ملکی مہمانان کے بیانات ہوں گے اور پھر ۱۵ اردسمبر کو صبح ۹ ربجے سے ڈیڑھ بجے دن دلی کے لیلا رام گراؤنڈ میں اجلاس عام منعقد ہوگا۔ سٹیج پر پندرہ بیس مہمانان گرامی ہوں گے۔ تمام مقامات پر حضرت مولانا فضل الرحمن نمایاں رہے۔ آپ اس برات کے دلہا لگتے تھے۔ جہاں آپ تشریف لاتے سب کی نظروں کا مرکز ہوتے۔ سٹیج سے نیچے پہلی صف پاکستانی وفد کے لئے مختص تھی۔ اس کے بعد پھر سارک ممالک کے مندوبین ووفود کی نشستیں تھیں۔ جمعیت علماء ہند کی پوری قیادت، ہند کی اہم اہم شخصیات، مشائخ، دارالعلوم کے شیوخ واساتذہ غرض اتنی بھرپور نمائندگی وحاضری تھی کہ جی خوش ہوگیا۔

مولانا سید محمود مدنی

امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی کے صاحبزادے، جانشین اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے پوتے ہیں۔ اس وقت ہند کے مسلمانوں میں حضرت مولانا سید محمود مدنی کا بے پناہ احترام پایا جاتا ہے اور یہی حیثیت شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے صاحبزادہ حضرت مولانا سید محمد ارشد مدنی کو حاصل ہے۔ وہ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز اساتذہ میں شامل ہیں اور بڑے محترم مانے جاتے ہیں۔ حضرت مولانا سید ارشد مدنی بمبئی کے سفر پر تھے۔ آپ کی زیارت نہ ہوسکی۔ مولانا سید محمود مدنی: صلاحیتوں، معاملہ فہمی، انتظام اور بیدار مغزی میں آپ انہیں ہند کا مولانا فضل الرحمن صاحب سمجھ لیجئے۔ پاکستان میں مولانا فضل الرحمن صاحب کی قیادت اور ہند میں مولانا محمود

ایک ہفتہ ...... حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے دیس میں

قسط نمبر:4

مولانا اللہ وسایا

حضرت مولانا فضل الرحمٰن کا خطاب دارالعلوم دیوبند میں

۱۳؍دسمبر ۲۰۱۳ء جمعہ کو دارالعلوم دیوبند کی جامع مسجد الرشید میں جمعیت علماء ہند کے امیر، امیر الہند حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب مدظلہ کے صاحبزادہ اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے نواسہ مولانا سید محمد سلیمان منصوری پوری نے خطبہ جمعہ اور امامت کے فرائض انجام دیئے۔ جمعہ کے بعد حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا دارالعلوم دیوبند کی جامع مسجد میں خطاب ہوا۔ پاکستان میں عربی کے خطبہ جمعہ سے قبل خطاب ہوتا ہے۔ انڈیا میں یہ ترتیب نہیں۔ وہاں اذان اوّل سے قبل مسجدیں نمازیوں سے بھر جاتی ہیں۔ ادھر اذان ہوئی، سنتیں پڑھیں۔ اذان ثانی ہوئی اور خطبہ جمعہ ہوا۔ نماز پڑھ کر فارغ ہوگئے۔ اب اگر بیان ہوتا ہے تو وہ نماز جمعہ کے بعد ہوگا۔ چنانچہ اسی ترتیب سے جمعہ کے بعد حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ کا بیان طے تھا۔ نماز جمعہ سے فراغت کے بعد آپ منبر پر تشریف لائے۔ چاروں سمت لوگ زیارت کے لئے سراپا دیدار ہوگئے۔ آپ نے حجازی لے میں بڑے انشراح کے ساتھ خطبہ پڑھا۔ تمام حاضرین وسامعین چشم پرنم سے عش عش کر اٹھے۔ آپ نے خطاب سے قبل خطبہ میں ہی پورے اجتماع کو مٹھی میں کر لیا تھا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو جن صلاحیتوں سے سرفراز کیا ہے۔ آج آپ کا بیان ان کے اظہار کی شاندار تقریب تھی۔ آپ نے خطاب شروع کیا تو گویا آپ کی خطابت نے علم کے سمندر میں غوطہ زنی شروع کی۔ ایسی ایمان پرور، دلاویز گفتگو اور تکلم کا انداز موتیوں کی نمائش لگ رہا تھا۔ ہر بات اتنی مدلل جامع اور نرالی کہ گویا خزانہ علم کا منہ کھول دیا گیا ہے۔ سامعین ہر بات پر محو وسراپا مسرت وانبساط تھے۔ آپ کا خطاب لگتا تھا جیسے بلندی کی طرف محو پرواز ہے۔ چارسو ہو کا عالم تھا۔ ہر شخص خطاب کی سماعت کے لئے دل ودماغ سمیت حاضر تھا۔ جس علمی جلالت شان سے آپ نے خطاب کیا۔ اس سے کہیں زیادہ لوگوں نے دلوں کی محبتوں سے سنا۔ وفد کے ہر شخص نے پاکستان کے وفد کے قائد کا یہ احترام دیکھا تو سراپا شکر ہوگئے۔ ”وتعز من تشاء“ نص قرآنی ہے۔ حق تعالیٰ نظر بد سے بچائیں۔ آج دارالعلوم دیوبند میں اپنے جانشین کی اس قیادت وسیادت، شاندار بیان، روح پرور منظر، ایمان افروز کیف کو مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ دیکھتے تو انہیں کتنی خوشی ہوتی؟ دیانتداری کی بات ہے کہ فقیر نے جس شخص سے اس بیان کی بابت سنا، وہ سنا۔ جس کا عشر عشیر بھی آپ کے سامنے نہیں رکھ سکا۔ حالات حاضرہ میں اسلامیان عالم کے لئے آپ کا بیان ایک چشم کشا حقیقت تھی۔ جس کے سامنے سامعین خوشی کے مارے گردنیں خم کئے ہوئے تھے۔

آنحضرت ﷺ نے دنیاو آخرت کے جن امور کی خبر دی ان کی تصدیق کو تمام مخلوق پر لازم کیا۔'' تو آنحضرت ﷺ کا چہرۂ انور چمکنے لگا۔ میری جانب نظر التفات ہوئی اور ارشاد فرمایا: ''غزالی کہاں ہیں۔'' امام غزالیؒ گویا آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑے تھے۔ فوراً آگے بڑھے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ یہ کہہ کر سلام کہا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب مرحمت فرمایا اور ان کی طرف دست مبارک بڑھایا۔ امام غزالیؒ آپ ﷺ سے برکت حاصل کرنے کے لئے دست مبارک کو چومتے اور اپنے رخساروں پر ملتے رہے۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے کسی پر ایسی مسرت وابتہاج کا اظہار نہیں فرمایا جس قدر کہ میرے ''قواعد العقائد'' پڑھنے پر خوش ہوئے۔ بعد ازاں میری آنکھ کھل گئی اور ان احوال ومشاہدات اور کرامات کے اثر سے میرے آنسو بہہ رہے تھے۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ!

(اتحاف ج۱ ص۱۶،۱۷)

حضرت مولانا عبدالوہاب سے اظہار تعزیت

حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب مدظلہ کے نیک اور صالح فرزند ارجمند مولانا قاری عبدالرحمن ۲۸ رسال کی عمر میں گزشتہ دنوں وفات پاگئے۔ اللہ رب العزت مرحوم کی مغفرت فرمائے اور مولانا عبدالوہاب اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائے۔ واضح رہے کہ جامعہ عربیہ فاروقیہ عارف والا وہی جگہ ہے جہاں سالہا سال حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ان کے بعد مولانا عبدالوہاب صاحب عرصہ دراز سے دینی واصلاحی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ حضرت کو صدمات سے محفوظ فرمائیں۔

دینی مدارس کے طلباء کیلئے عظیم خوشخبری

15 روزہ ''دورہ توضیح العقائد والمسائل''

بتاریخ 31 مئی مطابق یکم شعبان 1435ھ بروز ہفتہ تا 14 جون مطابق 16 شعبان

عنوانات: خطابت، اصول حدیث، اسماء الرجال، ختم نبوت، ردقادیانیت، ردالحاد، عبارات اکابر، اصطلاحات تصوف، جغرافیہ، فلکیات، مقالہ نگاری، مضمون نویسی، دفاع ناموس صحابہ واہل بیت، عقائد اہل سنت والجماعت بشمول صفات باری تعالیٰ واستویٰ علی العرش۔

اساتذہ کرام:

حضرت مولانا اللہ وسایا (ملتان)، حضرت مولانا سجاد ابن الحجابی (مردان) حضرت مولانا قاری رسال محمد (صوابی) مولانا محمد رضوان عزیز (مرکزی مبلغ ختم نبوۃ ملتان) مولانا محمد زبیر (کمالیہ)، مولانا عبداللہ معتصم (ختم نبوۃ ملتان)

الداعی الی الخیر: شیخ الحدیث حضرت مولانا معتصم باللہ...... زیر سرپرستی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

بمقام: دارالعلوم تعلیم القرآن سرڈھیری بازار چارسدہ

مزید معلومات کیلئے: 0334-8000552 , 0332-4000744

سے دریافت کیا کہ کیا قصہ ہے؟ اور اس حلقہ کے اندر کون صاحب ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ آنحضرتﷺ کا دربار عالی لگا ہوا ہے اور یہ سب لوگ اپنے اپنے مذاہب واعتقادات کی کتابیں آنحضرتﷺ کو سنا کر ان کی تصحیح کرا رہے ہیں۔ اتنے میں اہل حلقہ میں سے ایک شخص آیا جس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ امام شافعیؒ ہیں۔ وہ حلقہ کے اندر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور آنحضرتﷺ کو سلام عرض کیا۔ مجھے بھی حلقہ کے اندر حاضر ہونے کا موقعہ مل گیا۔ دیکھا کہ رسول اللہﷺ اپنے جمال وکمال کے ساتھ رونق افروز ہیں۔ صاف ستھرا سفید وبراق لباس زیب تن ہے۔ عمامہ، کرتا اور دیگر کپڑے جو اہل اللہ کا معمول ہیں۔ بہرحال آنحضرتﷺ نے امام شافعیؒ کے سلام کا جواب دیا اور انہیں خوش آمدید کہا۔ امام شافعیؒ نے اپنی کتاب سے اپنا عقیدہ ومذہب پڑھ کر سنایا۔ ان کے بعد ایک اور صاحب آئے۔ بتایا گیا کہ یہ امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ ان کے ہاتھ میں کتاب بھی تھی۔ حاضر ہوئے۔ سلام عرض کیا اور امام شافعیؒ کے پہلو میں بیٹھ گئے اور اپنی کتاب سے اپنا عقیدہ ومذہب پڑھ کر سنایا۔ ان کے بعد ہر صاحب مذہب آیا جو آتا اسے پہلے کے پہلو میں جگہ ملتی۔ یہ سب حضرات فارغ ہولئے تو ایک بدمذہب بدعتی آیا۔ اس کے ہاتھ میں چند غیر مجلد کرّاسے تھے۔ جن میں ان لوگوں کے عقائد درج تھے۔ وہ حلقہ کے اندر جا کر اپنے عقائد رسول اللہﷺ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا۔ آنحضرتﷺ کے رفقاء میں سے ایک شخص نکلا۔ اس نے اس بدمذہب کے ہاتھ سے اسے چھین کر حلقے سے باہر پھینک دیئے اور اسے بصد ذلت ورسوائی باہر دھکیل دیا۔

جب میں نے دیکھا کہ سب لوگ فارغ ہو چکے ہیں اور اب کوئی شخص دربار عالی میں اپنی کتاب عقائد پیش نہیں کر رہا تو میں ذرا آگے بڑھا۔ میرے ہاتھ میں ایک مجلد کتاب تھی۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس کتاب میں میرا اور اہل سنت کا عقیدہ درج ہے۔ آپؐ ارشاد فرمائیں تو پیش کروں؟ رسول اللہﷺ نے فرمایا: یہ کون سی کتاب ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ (امام) غزالی کی تصنیف ''قواعد العقائد'' ہے۔ فرمایا: پڑھو۔ میں نے مؤدب بیٹھ کر پڑھنا شروع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

''کتاب قواعد العقائد۔ اس میں چار فصلیں ہیں۔ پہلی فصل کلمہ شہادت۔ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' سے متعلق عقیدۂ اہل سنت کے بیان میں جو اسلام کی بنیاد ہے۔ چنانچہ ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتے ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ جس نے پہلی بار پیدا کیا اور جو دوبارہ پیدا کرے گا۔ جس کی یہ شان ہے کہ جو چاہے کر ڈالے۔'' خطبہ اور عقیدۂ غزالی کو پڑھتے ہوئے جب میں امام غزالیؒ کی اس عبارت پر پہنچا:

''اور دوسرے جملہ یعنی محمد رسول اللہ کے معنی ہیں۔ رسول اللہﷺ کی رسالت ونبوت کی شہادت دینا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قبیلہ قریش کے نبی امی حضرت محمدﷺ کو تمام عجم اور جن وانس کی جانب رسول بنا کر بھیجا۔ ان کی شریعت سے تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ بجز ان مسائل کے جو آپﷺ نے برقرار رکھے اور تمام انبیاء پر آپﷺ کی فضیلت دی اور آپﷺ کو سید البشر کے مرتبہ پر فائز کیا اور یہ قرار دیا کہ جب تک کوئی شخص ''لا الہ الا اللہ'' کے ساتھ محمد رسول اللہ کی شہادت نہ دے تب تک اس کا ''لا الہ الا اللہ'' کہنا بھی کالعدم ہے اور

باپ نے کہا: ''بیٹا! تھوڑے دن بعد تو ہمارے پاس آ پہنچے گا۔ معاملہ بڑا سخت ہے۔ اس لئے طویل سفر پر روانہ ہونے کی تیاری جلدی کرلو اور جس منزل سے کوچ کرنے والے ہو، وہاں سے اپنا سامان اس منزل میں منتقل کر لو۔ جس میں تم کو رہائش اختیار کرنی ہے۔ دیکھو! اس دھوکے میں مت پڑو جو باطل کے پرستاروں کو لگا ہے۔ انہوں نے اپنی امیدوں کو طول دیا اور معاد کے معاملہ میں کوتاہ اندیشی سے کام لیا۔ انہیں موت کے وقت ندامت ہوئی اور اضاعت عمر پر افسوس ہوا۔ مگر نہ تو موت کے وقت کی ندامت ان کے لئے سودمند ہوئی، نہ اس وقت اپنی کوتاہی پر افسوس کرنے سے انہیں فائدہ ہوا۔ بس بیٹا! جلدی کرو، جلدی کرو، جلدی کرو۔''

بڑے میاں نے بتایا کہ جس رات اس نوجوان نے خواب دیکھا اس کی صبح کو میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے اپنے خواب کا قصہ بیان کیا اور کہا کہ میرے والد صاحب نے مجھے تین بار جلدی کرو، جلدی، جلدی کرو کا حکم دیا ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی کے تین مہینے یا تین دن باقی رہ گئے۔ چنانچہ تیسرا دن ہوا تو اس نے اپنے اہل وعیال کو بلا کر انہیں رخصت کیا اور رات آئی تو قبلہ رخ ہوکر کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے جان، جان آفرین کے سپرد کردی۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج۱۰ ص۳۵۷)

امام غزالی ...... قواعد العقائد

حافظ ابوالقاسم ابن عساکر ''کتاب التبیین'' میں شیخ سعد بن علی الاسفرائنی سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے زین القراٗ جمال الحرم شیخ ابوالفتح عامر بن نجا بن عامر الساری سے مکہ میں سنا۔ وہ فرماتے تھے کہ میں ۱۴؍شوال ۵۴۵ھ کو بروز اتوار ظہر اور عصر کے مابین مسجد حرام میں داخل ہوا۔ اعضاء شکنی اور دوران سر کی وجہ سے مجھ میں بیٹھنے کی ہمت نہیں تھی۔ میں کسی ایسی جگہ کا متلاشی تھا جہاں ذرا سا لیٹ کر استراحت حاصل کروں۔ میں نے دیکھا کہ باب عروہ کے پاس رباط رامشتی کے بیت الجماعت کا دروازہ کھلا ہے۔ چنانچہ وہاں جاکر کعبہ شریف کے سامنے داہنی کروٹ پر لیٹ گیا اور ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ لیا۔ بایں خیال کی نیند کی وجہ اعادہ وضوء کی نوبت نہ آئے۔ اتنے میں ایک مشہور ومعروف بدعتی وہاں آیا۔ اس نے اسی دروازے کے سامنے مصلّی بچھایا۔ جیب سے ایک چھوٹی سی تختی نکالی۔ جو غالباً پتھر کی تھی۔ اسے چوم چاٹ کر اپنے آگے رکھا اور حسب معمول ہاتھ چھوڑ کر لمبی نماز شروع کردی۔ جب سجدے میں جاتا تو اسی تختی پر سجدہ کرتا۔ نماز سے فارغ ہوا تو دیر تک اس تختی پر سجدہ ریز رہا۔ دونوں رخسارے اس پر ملتا اور گڑگڑا کر دعا کرتا رہا۔ سجدے سے سر اٹھایا تو اس تختی کو پھر چوما۔ آنکھوں پر رکھا اور دوبارہ چوم کر اسے جیب میں ڈال لیا۔ میں نے یہ منظر دیکھا تو بڑی کراہت اور وحشت ہوئی۔ خیال آیا کہ کاش! رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان موجود ہوتے تو ان لوگوں کی بدعت اور ناشائستہ حرکت کی بناء پر انہیں بیک بنی ودوگوش یہاں سے نکال دیتے۔

میں اسی سوچ میں نیند کو دفع کرنے کی کوشش کر رہا تا کہ وضو نہ ٹوٹ جائے۔ اچانک مجھ پر اونگھ کا غلبہ ہوا اور بیداری اور نیند کی درمیانی حالت تھی کہ میں نے دیکھا کہ ایک وسیع میدان ہے۔ جس میں بہت سے لوگ کھڑے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ ایک مجلد کتاب ہے اور سب لوگ ایک شخص کے گرد حلقہ باندھے ہوئے ہیں۔ میں نے لوگوں

جانب سے اسی صوبے کا گورنر تھا۔ نیز دوسرا بھائی جو تاجر تھا۔ دونوں اس کے پاس آئے اور اس سے وصیت کی فرمائش کی۔ اس نے کہا: ”نہ میرے پاس مال ہے جس کے خرچ کرنے کی وصیت کروں۔ نہ مجھ پر قرض ہے کہ اس کی ادائیگی کی تاکید کروں۔ نہ کچھ سامان چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اس کی تقسیم کے بارے میں کچھ کہوں۔ البتہ ایک بات کا وعدہ کرو کہ تم اس کے خلاف نہیں کرو گے۔ جب مروں تو مجھے کسی اونچی جگہ دفن کر کے میری قبر پر یہ قطعہ لکھ دو۔ (پہلا قطعہ جو اوپر نقل کیا گیا ہے) بعد ازاں تین دن تک میری قبر پر آتے رہو تا کہ شاید تمہیں اس سے عبرت ونصیحت حاصل ہو۔“

دونوں بھائیوں نے اس کی وصیت پوری کی۔ تیسرے دن جب گورنر صاحب نے اپنے بھائی کی قبر کی زیارت سے فارغ ہو کر واپسی کا ارادہ کیا تو قبر کے اندر سے کسی چیز کے زور سے گرنے کی آواز سنائی دی۔ جس سے وہ کانپ گیا اور نہایت خوف اور دہشت کی حالت میں گھر لوٹا۔ رات ہوئی تو مرحوم بھائی کو خواب میں دیکھا۔ اس سے دریافت کیا کہ یہ خوفناک آواز کیسی تھی؟ اس نے بتایا کہ یہ ہتھوڑے کی آواز تھی۔ مجھ سے کہا گیا کہ تو نے فلاں وقت ایک مظلوم دیکھا تھا مگر اس کی مدد نہیں کی۔ صبح ہوئی تو گورنر صاحب نے اپنے بھائی اور دیگر خواص کو جمع کیا اور انہیں بتایا کہ اس نے اپنے تمام موجودہ مشاغل سے دستکش ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ اس نے امارت وریاست سے استعفیٰ دیا۔ جنگل میں بسیرا کیا اور عبادت میں مشغول ہو گیا۔ اس کی وفات کا وقت آیا تو اس کا تاجر بھائی حاضر ہوا اور اس سے وصیت کی فرمائش کی۔ اس نے کہا نہ میرے پاس مال ہے نہ قرض۔ البتہ میری درخواست ہے کہ جب مروں تو بھائی کے پہلو میں مجھے دفن کرو اور میری قبر پر یہ قطعہ لکھ دو۔ (یہاں دوسرا قطعہ درج ہے جو اوپر ذکر کیا گیا) اور تین دن تک میری قبر پر آتے رہو۔ اس کا انتقال ہوا تو اس کے بھائی نے اس کی وصیت کی تعمیل کی۔ تیسرے دن جب قبر پر حاضری دے کر واپس ہونے کا ارادہ کیا تو قبر سے ایک خوفناک آواز سنائی دی۔ جس سے اس کے حواس معطل ہو گئے۔ کانپتا ہوا گھر لوٹا۔ رات ہوئی تو بھائی کو خواب میں دیکھا اور حال احوال دریافت کیا۔ اس نے بتایا کہ بحمداللہ ہر طرح خیریت سے ہوں اور توبہ ہر خیر کو جمع کر ہی دیتی ہے۔ پوچھا کہ دوسرے بھائی کا کیا حال ہے؟ کہا: وہ تو ابرار کے ساتھ بہت ہی بلند درجہ پر فائز ہے۔ پوچھا کہ ہمارے بارے میں تمہارے یہاں کا قانون کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ جس نے جو کچھ آگے بھیجا ہو، اسے مل جاتا ہے۔ اس لئے تم ناداری سے قبل اپنی مالداری کو غنیمت سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ صبح ہوئی تو اس تیسرے بھائی نے بھی توبہ کی، دنیا کے عیش وآرام کو خیرباد کہا۔ مال ودولت فقراء ومساکین میں تقسیم کر دی اور تمام مشاغل سے یکسو ہو کر عبادت میں مشغول ہو گیا۔ اب کاروبار اس کے لڑکے نے سنبھال لیا۔ اس کی وفات کا وقت آیا تو صاحبزادے نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ابا جان! کوئی وصیت فرمائیں۔ جواب دیا: بیٹا! میرے پاس مال نہیں جس کی وصیت کروں۔ البتہ جب مروں تو مجھے دونوں بھائیوں کے پہلو میں دفن کرو اور میری قبر پر یہ قطعہ لکھو (یہاں تیسرا درج ہے جو اوپر نقل کیا گیا) بعد ازاں تین دن تک میری قبر پر آتے رہو۔ بیٹے نے باپ کی وصیت پوری کی۔ تیسرے دن جب اس کی قبر پر آیا تو قبر کے اندر سے ایک مہیب آواز سنی۔ خوف وہراس کی حالت میں گھر لوٹا۔ رات ہوئی تو والد صاحب کو خواب میں دیکھا۔ حال احوال دریافت کیا۔

چند باتیں دوسرے جہان کی

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

تین بھائی... تین قبریں

تاریخ ابن عساکر میں صدقہ بن یزید سے ایک واقعہ منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے طرابلس کی ایک جانب تین قبریں دیکھیں جو بلند زمین پر واقع تھیں۔ ایک پر یہ قطعہ لکھا تھا۔

وکیف یلذ العیش من ہو موقن بان المنایا بغتۃ ستعاجلہ

وتسلبہ ملکاً عظیماً و نخوۃ وتسکنہ البیت الذی ہو آجلہ

''ایک ایسے شخص کو لذت عیش کیونکر نصیب ہے جسے یقین ہے کہ موت عنقریب اسے اچانک دبوچ لے گی۔ اس کی حکومت وسلطنت، نخوت وغرور اور کروفر خاک میں ملا دے گی اور اسے آخری گھر میں قیام پر مجبور کردے گی۔'' دوسری قبر پر یہ قطعہ لکھا تھا

وکیف یلذ العیش من ہو عالم بان الہ الخلق لابد سائلہ

فیاخذ منہ ظلمہ لعبادہ ویجزیہ بالخیر الذی ہو فاعلہ

''اور ایک ایسے شخص کو لذت عیش کیونکر نصیب ہو جو جانتا ہے کہ الہ العالمین اس سے یقیناً محاسبہ کریں گے۔ اس کی جانب سے بندوں پر جو ظلم ہوا، اس پر مواخذہ ہوگا اور اس نے جو خیر کا کام کیا ہوگا، اس کی جزا دیں گے۔'' تیسری قبر پر یہ قطعہ لکھا تھا۔

وکیف یلذ العیش من ہو صائر الیٰ جدث تبلی الشباب منازلہ

وتذہب حسن الوجہ من بعد ضوئہ سریعاً ویبلیٰ جسمہ ومفاصلہ

''اور ایک ایسے شخص کو لذت عیش کیونکر نصیب ہو جو ایک ایسے گڑھے میں پہنچنے والا ہے۔ جس کی منزلیں، اس کی جوانی کو غارت کردیں گی۔ چمکتے ہوئے چہرے کا سارا حسن چند لمحوں میں جاتا رہے گا اور اس کے جسم کے جوڑ بند ریزہ ریزہ ہوجائیں گے۔''

قریب ہی ایک بستی تھی، میں اس میں ٹھہرا۔ وہاں کے ایک بڑے میاں سے ان تین قبروں کے کتبوں کا ذکر کیا اور ان پر اظہار تعجب کیا۔ وہ بولے کہ ان کا قصہ اس سے بھی عجیب تر ہے۔ میری فرمائش پر انہوں نے بتایا کہ یہ تین بھائی تھے۔ ایک بادشاہ کا حاشیہ بردار تھا۔ سول اور فوج کے متعدد مناصب پر فائز تھا۔ دوسرا ایک امیر کبیر سرمایہ دار تھا۔ تجارت کا جال دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ تیسرا عابد وزاہد تھا۔ دنیوی علائق سے الگ تھلگ یاد مولا میں مشغول تھا۔ عابد کی وفات کا وقت آیا تو اس کا وہ بھائی جو بادشاہ کا ہم نشیں اور ان دنوں خلیفہ وقت عبدالملک بن مروان کی

جانے والی معتبر ترین اتھارٹی کو مشکوک کر دیا جائے۔اس کے لئے انہوں نے اسلام میں اصلاح علوم اور دین کی تشکیل نو کا ذہن پیدا کیا جس کا ایک واضح مظہر ایسٹ انڈیا کمپنی کے دوران تسلط برصغیر پاک وہند کے لئے جو نظام تعلیم وضع کیا گیا۔اس کے بانی لارڈ میکالے نے کہا تھا:''میں نے ایک ایسا نظام تعلیم ترتیب دیا ہے جس سے گزر کر مسلمان اگر مسیحی نہیں ہوگا تو مسلمان بھی نہیں رہے گا۔''بسا آرزو کہ خاک شد!

جس قدر عزم مصمم کے ساتھ استشراقیوں نے دین اسلام پر فکری یلغار کی تھی اگر اسلام کی جگہ کوئی اور مذہب ہوتا تو کب کا قصۂ پارینہ بن چکا ہوتا اور اس مذہب کا نام معتزلہ خوارج مشبہہ، معطلہ کی طرح صرف تاریخی حوالے سے ہی مذکور ہوتا۔حقیقت میں اس مذہب کی کوئی علامت بھی باقی نہ رہتی۔لیکن اسلام کا مضبوط روایتی تسلسل اور علماء حقہ کی جہد مسلسل ہر طالع آزما کے راستے میں ایسی سد سکندری ثابت ہوئی کہ بڑے بڑے سورما سر پھوڑ بیٹھے۔لیکن جب مورخ نے قلم اٹھایا تو غالب کا شعر لکھ دیا:

قضا نے مجھے چاہا خراب بادہ الفت
فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے

اسلام کی امتیازی شان

دوسرے مذاہب بشمول عیسائیت دنیا پر اگر غالب ہوئے ہیں یا کسی جگہ غلبہ رکھتے ہیں تو مادی اسباب کی فراوانی یا اپنی قوت میسرہ کو مؤثر طریقے سے استعمال کرنے کی وجہ سے ہے۔ورنہ دلیل کے ساتھ غلبہ صرف دین اسلام ہی کا طرۂ امتیاز ہے۔اس لئے دوسرا کوئی مذہب بھی استغراق کی فکری یلغار کا سامنا نہ کر سکا۔ان کے مذہبی پیشوا اپنا فرض منصبی ادا نہ کر سکے اور ادھر ہی کو چلے جدھر لوگ ان کو لے چلے۔اپنا دین لوگوں کی خواہشات کے مطابق کرنے کی اجرت پا کر مذہبی مسانید پر براجمان رہے۔لیکن اسلام زمانے کے ساتھ نہیں چلا۔بلکہ زمانے کو اپنا طابع کیا۔سرگشتگی وآوارگی کو اسلام میں کبھی بھی پسند نہیں کیا گیا۔بلکہ جناب رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''من فارق الجماعة شبراً أفقد خلع ربقة الاسلام من عنقه ''(مسند احمد بن حنبل) کہ جو بھی جماعت سے ایک بالشت جدا ہو۔اس نے اسلام کا پٹہ اپنے گلے سے اتار دیا۔

اسی فکری آزادی کو جو کہ عیسائیت میں ری کنسٹرکشن(Reconsturction) کے نام پر گل کھلا چکی تھی۔اسلام میں ریسرچ(Research) کے نام پر عام کیا گیا۔گلی گلی میں ریسرچ سنٹر کھل گئے۔الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا جو پہلے ہی دجالیت کا ترجمان ہے۔بہت سے ڈاکٹر اور پروفیسرز اس میڈیا کے ذریعے اسلام کی نئی ریسرچ پیش کرنے لگے۔اس سادہ قوم کو جو کسی ڈاکٹر کی بتائی آیات کے نمبر کو وحی آسمانی سمجھتے ہیں۔چاہے وہ ڈاکٹر صاحب ایک آیت بھی اصل عربی میں پڑھنے پر قادر نہ ہوں۔ان کی تحقیق کو دین کی تشریح سمجھ کر قبول کر لیا۔اگر چہ وہ ڈاکٹر قرآن اور صحیح حدیث کی آڑ میں حدیث حسن اور حدیث ضعیف کی حجیت کا انکار کر رہا ہو۔مگر جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔آج وہ شخص بھی جس نے کبھی قرآن وحدیث کا منہ بھی نہیں دیکھا۔انتہائی ڈھٹائی سے کہتا نظر آئے گا۔صحیح حدیث لاؤ۔ہمیں کسی صحیح حدیث میں لکھا ہوا دکھاؤ۔

فتنہ انکار حدیث ...... ماضی و حال کے تناظر میں

قسط نمبر:2

مولانا محمد رضوان عزیز

تاتاری جب اسلام کے سچے وفادار بن کر جاں نثاری کے جوہر دکھانے لگے تو کلیسا نے اپنی بقاء کے لئے نیا پینترا بدلا اور جنگ کے لئے نئے میدان کا انتخاب کیا اور وہ میدان کیا تھا ریمنڈس للس کی زبانی سنئے: ''علوم شرقیہ کے مطالعہ کو صلیبی جنگ کے طور پر استعمال کیا جائے۔''

یہ تھا خلاصہ اس تمام خوش رو جنگی حربوں کا جن کی ''زہرناکی'' گلشن اسلام کو چاٹنے والی تھی۔ یہی وہ آکاس بیل تھی جو اس شجر کو بے برگ وثمر کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ ریمنڈس للس نے مسلم علماء کے ساتھ مناظروں کا میدان گرم کیا۔ علوم شرقیہ کے تنقیدی مطالعے کے لئے مدارس ومکاتب قائم کئے اور بالآخر تیونس میں جو کہ اس کی معرکہ آرائی کی جولان گاہ تھا، میں قتل ہوکر اپنے انجام کو پہنچا۔ پھر اسی کے نائب مسیحی دانش ور ''ورجین'' کو اس فکر کا حامل قرار دیا گیا۔ یہ لوگ مسیحیت کی تو کوئی خاطر خواہ خدمت نہ کر سکے۔ مگر اسلام کے مطالعہ سے ایسے شکوک وشبہات پھیلانے میں کامیاب ہوگئے کہ جو کسی بھی مذہب کی بنیادیں متزلزل کرنے کے لئے کافی ہیں۔

سولہویں صدی جو کہ مارٹن لوتھر کی جانب سے پاپائے روم کی مذہبی ڈکٹیٹر شپ کو چیلنج کئے جانے کی صدی ہے۔ تحریک استشراق ایک نئے انداز سے اسلام پر حملہ آور ہوئی اور وہ نیا انداز ری کنسٹرکشن (Re construction) از سر نو تعمیر تھا۔ یعنی پوری عیسائیت کی مذہبی عمارت کو ڈائنامیٹ کرنے کا مہذب نام ری کنسٹرکشن رکھا گیا۔ اس طرح عیسائیت کی بقا ہر دور کے محققین کے رحم وکرم پر ہوگئی کہ تحقیق جدید کے جس نشتر سے وہ اس کی جونسی رگ کاٹ دیں اس عمل جراحی میں کوئی ان کا ہاتھ روکنے والا نہیں۔ عیسائیت کی بربادی کے بعد مارٹن لوتھر ورجین نے یہی تجربہ اسلام کے ساتھ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس لئے کہ اگر یہ فکری بغاوت عیسائیت کو اپنے ماضی سے کاٹ کر فنا کے گھاٹ اتار سکتی ہے تو یہ فکری آوارگی تحقیق وتجسس کی بے منزل شاہراہ مسلمانوں کے حال کو ان کے ماضی سے کاٹ کر بے حال کرنے اور مستقبل کو تاریک کرنے کے لئے کافی ہے۔

مارٹن لوتھر کی تجویز تاریخی پس منظر کے حساب سے اس کی وفات کے نصف صدی بعد ہندوستان میں ''دین الٰہی'' کے نام سے متعارف ہوئی۔ اکبر بادشاہ کی قوت اقتدار اس نئے دین کے لئے بنیاد بنی۔ لیکن اس کے باوجود اسلام کی مضبوط علمی روایت کے سامنے انسانی سوچ سے تیار کردہ ''دین الٰہی'' نہ چل سکا اور اکبر بادشاہ کی وفات کے بعد یہ دین بھی داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ ''خدا لعنت کند ایں بدفطرتاں بدطینت را''

نئی عمارت دور اکبری سے آگے نہ بڑھ سکی۔ مگر وہ فکری جرثومے جو تحریک استشراق کا پیش خیمہ تھے۔ جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئے اور یہی صلیبی جنگوں میں شکست کھانے والے عیسائیوں کی منشا تھی کہ مسلمانوں میں تحقیق کے نام پر ایسی سفلی تحریک چلائی جائے جو ان کو اپنے اسلاف سے بدگمان کردے اور ہزار سال سے مانی

عمر فاروقؓ زندہ ہیں۔ اس کے بعد حضرت اویسؒ نے رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھا اور چند دعائیں پڑھ کر فرمایا۔ ہرم بن حبان! کتاب اللہ کی تلاوت اور صالحین کی ملاقات وزیارت اور رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کی کثرت میری وصیت ہے۔

میں نے اپنی اور تمہاری اور سب کی موت کی خبر دی ہے۔ اس کو ہمیشہ یاد رکھنا۔ موت سے ایک لمحہ بھی غافل نہ ہونا۔ واپس جا کر اپنی جماعت کو خبردار کرنا۔ دنیا کی نعمتوں پر مغرور نہ ہونا۔ یہ سب آنی جانی ہیں۔ ان سے کیا محبت، کیا رشتہ؟ ہرم بن حبانؒ میں اب آپ کو رخصت کرتا ہوں۔ آج کے بعد نہ میں تم کو دیکھ سکوں گا۔ نہ آپ مجھے دیکھ سکو گے۔ بس میرے لئے دعا کرتے رہنا۔ میں بھی آپ کو یاد رکھوں گا۔ یہ کہہ کر ایک طرف چلنے لگے۔ میں بھی ساتھ چلنے لگا۔ لیکن وہ اس پر راضی نہ ہوئے۔ آخر میں رک گیا۔ کھڑے کھڑے حد نظر تک انہیں دیکھتا رہا۔ پھر وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ شیخ ہرم بن حبانؒ کہتے ہیں۔ بس یہ میری پہلی اور آخری ملاقات تھی۔ اس کے بعد تا حیات تلاش وفکر میں رہا۔ لیکن کہیں پتہ نہ چلا۔

حضرت اویس قرنیؒ تواضع وانکساری کی اس حد تک پہنچ چکے تھے جس کے بعد اور کوئی حد نہیں۔ ان کے ہاں اہل دنیا سے میل جول کی قطعاً گنجائش نہ تھی۔ اس لئے وہ ہر اس موقع سے دور رہتے جس میں شہرت ونا موری کی بو محسوس کرتے۔ سیدنا عمرؓ نے بار بار حاکم کوفہ کو خط لکھا کہ وہ آپ کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ لیکن حضرت اویسؒ نے کسی دن بھی ایسا موقعہ نہ دیا کہ وہ کچھ سلوک کر سکے۔ اصرار کرنے پر فرمایا کرتے: میں تمام مسلمانوں کی طرح رہنا چاہتا ہوں۔ مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو۔

حضرت اویسؒ قرنی کو جب تک اہل دنیا نے نہ جانا، نہ پہچانا، وہ اہل دنیا میں نظر آئے۔ جب ان کی حقیقت لوگوں کے سامنے آشکاری ہوگئی۔ وہ ایسے روپوش ہوئے کہ پھر کسی نے ان کو نہ پایا۔ ایک عرصہ بعد جنگ صفین میں شریک ہوئے۔ انہیں راہ خدا میں شہادت کی بڑی تمنا تھی اور وہ اس کے لئے دعا بھی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جنگ صفین میں ان کی یہ آرزو پوری فرمائی۔ انہوں نے حضرت علیؓ کی حمایت میں جام شہادت نوش فرمایا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھیکی منڈی کا اجلاس

۱۴؍مارچ بروز جمعہ جامع مسجد صدیق اکبر سکھیکی میں اہم اجلاس ہوا۔ جس میں علاقہ بھر کے علماء، طلباء اور خطباء نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اجلاس کی صدارت مولانا ظفر اقبال شاہ نے کی۔ اجلاس کا ایجنڈا نسل نو میں شعور ختم نبوت کو اجاگر کرنا اور قادیانیوں کی خفیہ سرگرمیوں کا سدباب تھا۔ عالمی مجلس ضلع گوجرانوالا کے مبلغ مولانا محمد عارف شامی نے اجلاس میں شرکت کی اور خطاب فرمایا۔ معززین علاقہ مولانا محمد اکرم، مولانا محمد بلال، پروفیسر عابد ظہور، راشد ظہور، خالد ظہور، بابا احمد علی، ماسٹر اکرام اللہ، اور ماسٹر سرفراز احمد نے قادیانیت کی کفریہ ارتدادی سرگرمیوں کے خلاف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی تبلیغی جدوجہد پر اکابرین مجلس کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ اجلاس میں طے پایا کہ علاقہ بھر میں دروس ختم نبوت کا سلسلہ شروع کیا جائے گا اور ختم نبوت کانفرنس منعقد کی جائے گی۔

کوفہ کو لکھ دیتا ہوں وہ پوری کر دیں گے۔ حضرت اویسؒ نے فرمایا: نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔ مجھے عام مسلمانوں کی طرح رہنا ہے۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد کوفہ سے ایک شخص حج کو آیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ سے ملاقات ہوئی تو اس سے پوچھا: حضرت اویس قرنیؒ کا کیا حال ہے؟ تو اس شخص نے کہا کہ وہ نہایت تنگدستی اور غربت کی حالت میں ہیں۔ عام لوگوں سے دور ایک بوسیدہ مکان میں رہتے ہیں۔ گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کی ہوئی ہے۔ کسی سے ملاقات کرتے ہیں اور نہ کسی کو ملاقات کرنے کا موقعہ دیتے ہیں۔ اس وجہ سے لوگ ان سے غافل ہیں۔

حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کا ارشاد سنایا: اور فرمایا جب آپ واپس جائیں تو ان سے ملاقات کرنا۔ اپنے لئے اور میرے لئے ان سے دعا کرانا۔ یہ شخص کوفہ واپس آیا۔ اوّل فرصت میں حضرت اویس قرنیؒ سے ملاقات کی۔ حضرت عمرؓ کی ملاقات اور گفتگو کا ذکر کیا۔ حضور ﷺ کا ارشاد جو حضرت عمرؓ سے سنا، اس کا ذکر کیا اور فرمایا اویس! آپ میرے اور حضرت عمرؓ کے لئے دعا فرمائیں تو حضرت اویس قرنیؒ نے ان دونوں حضرات کے لئے دعا فرمائی۔

اسی طرح ایک تابعی ہرم بن حیانؒ اپنا چشم دید واقعہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت اویس قرنیؒ کی عبادت وریاضت، زہد وقناعت، علم ظاہر وعلم باطن کے تذکرے سنے تو ان سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ زیارت وملاقات کے لئے شہر کوفہ کا سفر کیا۔ شہر میں ہر جگہ پوچھا لیکن حضرت اویسؒ کا کچھ پتہ نہ چلا۔ کچھ افراد سے معلوم ہوا کہ وہ شہر میں بہت کم ہی آیا کرتے ہیں اور گمنامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

شیخ ہرم بن حیانؒ کہتے ہیں کہ میں کئی دن ان کی تلاش میں رہا۔ آخر ایک دن نہر فرات کے کنارے پہنچا۔ وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ نہر کے کنارے اپنے کپڑے دھو رہا ہے۔ چونکہ میں ان کے اوصاف سن چکا تھا۔ اس لئے بغیر کسی تردد کے پہچان لیا۔ میں آگے بڑھا اور سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ میں نے کہا: اویس! تم پر اللہ کی رحمت ہو۔ کیا حال ہے؟ فرمایا: اللہ کا شکر ہے۔ اچھا ہوں۔ زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں۔ اللہ کی رضا کا انتظار ہے۔ بس اس دنیا سے کچھ اور مطلب نہیں۔ اس گفتگو کے دوران ان کی یہ خستہ حالت دیکھ کر میں رو پڑا۔ مجھے روتا دیکھ کر حضرت اویسؒ نے مجھے فرمایا: اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔ میرے بھائی تم کیوں رو رہے ہو؟ شیخ ہرم بن حیانؒ کہتے ہیں میں نے حضرت اویسؒ سے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث سنا دیں۔ تاکہ میں یاد رکھوں۔ فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نہ کر سکا۔ البتہ آپ ﷺ کے دیکھنے والوں کو دیکھا ہے اور ان کی صحبت پائی ہے۔ میں نے بھی آپ کی طرح حدیثیں سنی ہیں۔ لیکن میں اپنے لئے یہ دروازہ کھولنا نہیں چاہتا کہ میں محدث، مفتی یا قاضی ہوں۔

حضرت اویس قرنیؒ کا یہ جواب سن کر میں نے پھر یہ گذارش کی کہ قرآن کی کوئی آیت سنا دیں۔ میری اس درخواست پر حضرت اویسؒ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھا اور اچانک چیخ مار کر رو پڑے۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا۔ ہرم بن حیان! تمہارے باپ مر چکے ہیں۔ تم کو بھی مرنا ہے۔ حتیٰ کہ ہمارے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وفات پائی۔ میرے بھائی عمر فاروقؓ گزر گئے۔ یہ کہہ کر چیخ ماری اور ان کے لئے دعا کی۔ میں نے کہا: نہیں۔ حضرت

حضرت اویس بن عامر قرنی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عزیز الرحمن ثانی

حضرت اویس قرنیؒ یمن کے رہنے والے تھے۔ عہد نبوت میں موجود تھے لیکن زیارت رسول ﷺ سے مشرف نہ ہو سکے تھے۔ نبی کریم ﷺ کو وحی الٰہی سے معلوم ہوا کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لا چکے ہیں اور آپ ﷺ کی زیارت کے لئے بے چین ہیں۔ لیکن چند مجبوریوں کی وجہ سے آپ ﷺ سے ملاقات کرنے سے قاصر ہیں۔ ان مجبوریوں میں سے ایک مجبوری اپنی بوڑھی والدہ کی خدمت تھی۔ ان کی خدمت کو وہ بہت بڑی عبادت وسعادت یقین کرتے تھے۔ چنانچہ جب تک وہ زندہ رہیں، انہیں تنہا نہ چھوڑا، حج بھی نہ کر سکے اور غالباً انہی کی وجہ سے وہ جمال نبوی ﷺ کے دیدار اقدس سے مشرف بھی نہ ہو سکے۔

حضرت اویس قرنیؒ نے اپنی زندگی اسی تمنا وخواہش میں گزار دی۔ ان کا جسم اگرچہ یمن میں تھا لیکن روح مدینہ طیبہ کی گلیوں میں رواں دواں رہا کرتی تھی۔ آپ ﷺ کو حضرت اویس قرنیؒ سے خصوصی محبت تھی۔ آپ ﷺ نے ایک دن حضرت عمرؓ سے فرمایا: اے عمر! قبیلہ قرن (یمن) کا ایک شخص جس کا نام اویس بن عامر ہے۔ یمن سے تمہارے پاس آئے گا۔ اس کی والدہ حیات ہے۔ وہ اس کی دل وجان سے خدمت کرتا ہے۔ وہ جب کسی بات پر قسم کھاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی بات کو پوری کر دیتے ہیں۔ اگر آپ نے ان سے دعا کرائی ہو، تو ضرور کرانا۔ حضرت فاروق اعظمؓ حضرت اویس قرنیؒ سے ملاقات کے منتظر رہے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت صدیق اکبرؓ بھی دنیا کو چھوڑ گئے۔ حضرت اویسؒ سے فاروق اعظمؓ کی ملاقات نہ ہوئی۔ آخرکار خلافت فاروقی کا زمانہ آ گیا۔ ایک دن یمن سے فوجی امداد آئی۔ جس میں مال واسباب کے علاوہ مجاہدین کی ایک بڑی جماعت بھی تھی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے اس قافلہ میں حضرت اویسؒ کو پا لیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے پوچھا: آپ کا نام اویس ہے؟ جواب ملا: جی ہاں! میرا نام اویس ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا: آپ کی والدہ حیات ہے؟ فرمایا: جی ہاں! حیات ہے۔ ان دو باتوں کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے اویس! حضور ﷺ نے آپ کے بارے میں مجھے فرمایا تھا۔

”اے عمرؓ! تمہارے پاس یمن کا ایک شخص حضرت اویس بن عامر آئیں گے۔ ان کے جسم پر برص کے داغ ہوں گے۔ صرف ایک داغ درہم برابر باقی ہوگا۔ باقی سب صاف ہو گئے ہوں گے۔ ان کی ماں حیات ہوگی۔ جب بھی کسی بات پر اللہ کی قسم کھاتا ہے تو اللہ اس کی قسم پوری کر دیتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے عمرؓ! اگر آپ ان سے دعائے مغفرت کرانا چاہو تو ضرور کرانا۔ اپنے لئے اور میرے لئے۔“

حضرت فاروق اعظمؓ نے ساری تفصیل بیان کرنے کے بعد حضرت اویس قرنیؒ سے دعا کی درخواست کی کہ آپ دعا کریں۔ تو حضرت اویس قرنیؒ نے آپ ﷺ اور حضرت عمرؓ کے لئے دعا کی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: آپ کا اب کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا: شہر کوفہ جانا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں آپ کی ضروریات زندگی کے لئے حاکم

اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ گھر تشریف لائے اور لیٹ گئے اور حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے فرمایا ”زملونی زملونی “ مجھے کپڑا اوڑھا دیجئے۔حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کے جسم مبارک پر کپڑا ڈال دیا۔جب طبیعت میں سکون ہوا تو فرمایا”خشیت علی نفسی “میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا”اعیذک باللہ یا اباالقاسم من ذالک “میں ایسی باتوں سے آپ ﷺ کے متعلق اللہ پاک سے پناہ مانگتی ہوں۔کیونکہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں۔سچی گفتگو فرماتے ہیں۔دیانت دار وامانت دار ہیں۔عمدہ اخلاق کے مالک ہیں۔جو ایسے اوصاف وکمالات کا مالک ہو، اللہ پاک اسے ضائع نہیں فرماتے۔

حضرت خدیجہؓ اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور ورقہ کو جو تورات، زبور، انجیل کے عالم تھے اور عیسائی مذہب اختیار کر چکے تھے۔صورت حال سے آگاہ کیا۔ورقہ نے کہا کہ خدیجہؓ اگر آپ سچ کہتی ہیں تو یہ اس امت کے نبی ہیں اور جس چیز کو دیکھا ہے۔وہ ناموس اکبر جبرائیل ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا رہا ہے۔ورقہ نے کہا کہ آپ انہیں کہیں کہ خاطر جمع رکھیں۔تو حضرت خدیجہؓ نے آکر ورقہ کے قول کا تذکرہ کیا۔نیز رحمت عالم ﷺ ایک روز بیت اللہ شریف کا طواف فرمارہے تھے کہ ورقہ بن نوفل سے ملاقات ہوگئی۔تو اس نے کہا بھتیجے! بتلایئے آپ نے کیا دیکھا؟۔تو آپ ﷺ نے ورقہ کو بتلایا تو ورقہ نے حضور ﷺ سے بھی وہی کلمات بیان کئے اور فرمایا”ھذا الناموس الاکبر کان یاتی موسیٰ علیہ السلام “یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا رہا ہے اور بے شک آپ اس امت کے نبی ہیں۔ایک وقت آئے گا کہ آپ کو ایذائیں دی جائیں گی۔آپ کی تکذیب کی جائے گی۔آپ سے قتال کیا جائے گا۔پھر آپ کی نصرت وامداد کی جائے گی۔کاش!میں اس وقت تک زندہ رہتا تو آپ ﷺ کی ایسی نصرت وامداد کرتا جس کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ کے قریب ہوا اور آپ ﷺ کا بوسہ لیا۔آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لائے تو مطمئن تھے اور ناموس اکبر کو دیکھنے سے جو پریشانی لاحق ہوئی تھی۔وہ دور ہو چکی تھی۔ورقہ بن نوفل نے آپ ﷺ کی شان میں شاندار قصیدہ بھی کہا۔ جاری ہے (یہ مضمون سیرت ابن اسحاقؒ سے لیا گیا ہے)

بدین میں ۶ قادیانیوں کا قبول اسلام

بدین کے ذیلی علاقے نیو دمبالو میں ۶ر افراد مرزائیت چھوڑ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔بیت السلام ماتلی میں قبول اسلام کی تقریب منعقد ہوئی۔نومسلم”طاہر مشتاق“ نے اپنی اہلیہ اور چار بچوں سمیت مولانا قاری عبدالرشید، دارالعلوم حسینیہ شہداد پور کے دست حق پرست پر اسلام قبول کرلیا۔تقریب میں مولانا قاری عبدالمجید کمبوہ صاحب منتظم ادارہ بیت السلام، قاری محمد یونس، مولانا محمد اسحاق صاحب اور دیگر مقامی علماء کرام اور عوام نے شرکت فرمائی۔نومسلم گھرانے نے مسلمان ہونے پر غیر معمولی خوشی کا اظہار کیا اور عزم ظاہر کیا کہ زندگی ختم نبوت مشن کے لئے وقف کریں گے۔

سیرت النبی ﷺ ...... قبل از اعلان نبوت

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

خلوت گزینی

سرور دو عالم ﷺ کو بعثت سے سات سال قبل ایک روشنی نظر آنے لگی۔ جسے دیکھ کر رحمت عالم ﷺ فرحت محسوس فرماتے۔ اس چمک میں کوئی آواز اور شکل نہ ہوتی تھی۔ جوں جوں بعثت کا زمانہ قریب آتا گیا۔ آپ ﷺ کی خلوت بڑھتی گئی۔ آپ ﷺ گھر سے ستو، پانی اور خورد ونوش کی چیزیں جو میسر تھیں، لے کر غار حرا میں خلوت گزین ہو جاتے۔ غار حرا مکہ مکرمہ سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ جس کی لمبائی تقریباً چار میٹر اور چوڑائی تقریباً ڈیڑھ یا پونے دو میٹر ہے۔ غار میں عبادت خداوندی میں معروف رہنے لگے۔ اس میں حمد خداوندی، تسبیح وتقدیس اور قدرت خداوندی میں تفکر وتدبر ہوتا تھا۔ جب تک سامان خورد ونوش ختم نہ ہوتا آپ ﷺ دولت کدہ پر تشریف نہ لاتے۔ اس دوران آپ ﷺ کو خواب آتے رہے۔ جو خواب آپ ﷺ دیکھتے۔ وہ صبح کے سویرے کی طرح سچا ہو کر آ جاتا۔ جتنا اللہ پاک کو منظور ہوا، اس حالت میں رہے۔ اس دوران آپ ﷺ کو خلوت سب سے زیادہ پسند تھی۔ یعنی لوگوں سے الگ تھلگ رہنا۔

نزول وحی

جب اللہ پاک نے آپ ﷺ کی کرامت کے اظہار کا ارادہ فرمایا۔ آپ ﷺ کسی حجر وشجر سے گزرتے تو حجر وشجر آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھتے۔ آپ ﷺ آگے، پیچھے اور دائیں بائیں دیکھتے تو سوائے درختوں اور پتھروں کے کچھ نظر نہ آتا۔ جب آپ ﷺ غار حرا سے واپس گھر تشریف لاتے تو سب سے پہلے بیت اللہ شریف کا طواف کرتے اور غرباء ومساکین کو کھانا کھلاتے۔ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو ۹ ربیع الاول مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء بروز پیر حضرت جبرائیل علیہ السلام پیغام خداوندی لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے۔ یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ چنانچہ ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور میں نیند کی حالت میں تھا۔ فرمایا''اقراء ''پڑھئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا''ما اقراء کیا پڑھوں؟'' تین مرتبہ یہ مکالمہ ہوا۔ یہاں تک کہ فرمایا ''اقراء باسم ربك الذی خلق ۰ خلق الانسان من علق ''سورۃ علق کی پہلی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا''ما أنا بقاری ''حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ''یا محمد انت رسول اللہ وانا جبرائیل ''اے محمد کریم ﷺ! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔ مبارک ہو کہ آپ رسالت ونبوت سے سرفراز فرمائے گئے۔

پالیسی کے مسودے میں بار بار مدارس دینیہ کو قومی دھارے میں لانے کی بات کی گئی ہے۔ یہ بات سنتے ہی حکومتی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔ جس انداز سے مدارس قومی دھارے میں چل رہے ہیں۔ ملک عزیز میں شاید ہی کوئی اور ادارہ ہو۔ ایک ایسے دور میں جب ملکی تعلیمی اداروں میں سیکس اور موسیقی کے گر سکھائے جاتے ہوں، جہاں آرٹ کے نام پر بے حیائی کو رواج دیا جاتا ہو، جہاں کو ایجوکیشن سسٹم نے گھروں کے گھر اجاڑ کر رکھ دیئے ہوں، جہاں نصاب مغربی تہذیب کا لٹریچر بن گیا ہو، جہاں چاروں صوبوں میں الگ الگ نصاب رائج ہوں، جہاں پر امریکہ کے اشارے پر نصاب میں سے قرآنی آیات نکال دی جاتی ہوں، جہاں سکولوں کے اخراجات متوسط طبقہ کی پہنچ سے بالاتر ہوں، وہاں ہر دوسرے دن مدارس دینیہ اور نصاب کے بارے میں تجسس، منصوبہ بندی بالکل حقائق کا منہ چڑانے والی بات ہے۔

اگر مدارس کے پاکیزہ ماحول اور اپنے سکول و کالج کے ناقابل بیان ماحول کا تقابل کرو گے تو یہ آئینہ تمہیں شرمندہ کر دے گا۔ جن اداروں میں رنگ، نسل اور زبان کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں۔ جہاں کراچی سے لے کر خیبر تک کے بچے اور نوجوان ایک چھت تلے، ایک ہی خاندان کی مانند رہتے اور تعلیم حاصل کرتے ہیں، جن اداروں کے ساتھ لوگ اپنے روزمرہ مسائل میں وابستہ رہتے ہیں، جہاں پر کوئی ٹوگوار یا نہ ہو۔ ان کے بارے میں مسلسل ایسی غیر مصدقہ باتیں کرنا، ان کو قومی دھارے میں نہیں بلکہ دھار پر لا کر ذبح کرنے کی سازش ہے۔

پالیسی میں بار بار یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ مدارس دینیہ میں صرف غریب اور نادار طلباء زیر تعلیم ہیں۔ یہ تاثر حقائق کے یکسر منافی ہے۔ اگر کسی کو توفیق ملے تو وہ اس پر تحقیق کر لے کہ نائن الیون کے بعد کیسے کیسے خاندانوں کے بچوں نے مدارس دینیہ کا رخ کیا ہے اور علوم دینیہ کی طرف لوگوں کے میلان میں کس قدر اضافہ ہوا ہے۔ کئی ایک طالب علم میرے ذاتی مشاہدے سے گزرے ہیں۔ جو منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوئے ہیں، صلاحیتیں ایسی کہ فصاحت ان کے پا انداز میں آنکھیں بچھاتی ہے اور بلاغت قدموں میں لوٹ جاتی ہے۔ سکول و کالج کی گریجویشن اور ماسٹر کی ڈگریاں چھوڑ کر مدارس کی چٹائیوں پر دوزانوں بیٹھے علوم نبویؐ حاصل کر رہے ہیں۔ اسی طرح سکول اور کالج کے امتحانات میں امتیازی نمبرات حاصل کرنے والے اکثر طلباء کسی نہ کسی درجے میں مدارس دینیہ سے متعلق ہوتے ہیں۔

تحفظ مدارس و امن عامہ کانفرنس کے شرکاء نے کانفرنس کے اختتام پر ایک اعلامیہ جاری کیا جس میں کہا گیا کہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ ملک میں اسلامی تعلیمات اور قوانین کو نافذ کرنے کے لئے موثر اقدامات کرے۔ اسلامی نظریاتی کونسل اور فیڈرل شریعت کورٹ کو فعال بنا کر ان کی سفارشات اور فیصلوں کے مطابق اپنے قانونی و سرکاری نظام میں تبدیلیاں لائی جائیں۔ مذہبی رسوم کو عبادت گاہوں تک محدود کرنے کی تجویز پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے:

فرض میں تیرے بھی ہے برق بلا کا سد باب
کہ مصروف اساس آشیاں تو بھی تو ہے

مدارس پر دہشت گردی کا الزام ہو یا بنیاد پرستی کا، بیرونی اور زیر زمین فنڈنگ کا کلنک ہو یا ملکی سلامتی کے حوالے سے مدرسے کے طلباء کی برین واشنگ کا مضحکہ خیز افتراء، نصاب کے غیر مؤثر اور فرسودہ ہونے کی بات ہو یا مدارس کو ملکی دھارے میں شامل کرنے کا نعرہ یہ سب حکومتی پالیسی نہیں عالمی مغربی ایجنڈا ہے۔

اس لئے کہ وفاق المدارس اور حکومت کے مابین مدارس کے معاملات پر پہلے اتفاق رائے ہو چکا ہے۔ اب یہ گڑھے مردے اکھاڑنے کا فیصلہ حقیقت میں پتلی تماشہ ہے۔ان حکومتی چیلوں کی ڈور مغربی آقاؤں کے ہاتھ میں ہے۔ان کے ایماء پر حرکت اور ان کی منشا پر بولتے ہیں اور مغرب ہی مدارس پر زبان طعن دراز کر رہا ہے۔ سلامتی پالیسی میں'' کچھ مدارس،بعض مدارس'' کی مبہم اصطلاح بڑے شوروزور سے دھرائی جارہی ہے۔حکومتی ناقص پالیسی کی وجہ سے حالیہ ملکی بدامنی اور بے اطمینانی کی مالا انہی ''بعض اور کچھ'' کو پہنائی جارہی ہے۔ حالانکہ وفاق المدارس کی قیادت ہرفورم پر بار بار کہہ چکی ہے کہ ان مدارس کی نشاندہی کی جائے۔وفاق خود اس کے خلاف ایکشن لے گا۔لیکن جواب کیا ملتا ہے کہ:''ان مدارس کے بارے میں تو ہمیں بھی علم نہیں۔لیکن ایسے مدارس ہیں ضرور۔'' زمین پر تو نہیں شائد ان کے خیالستاں میں ہوں۔

یوں مبہم اور گول مول انداز میں بات کر کے وفاق اور ملحقہ مدارس کو مشکوک بنانے کی سعی کی جاتی ہے۔ دہشت گردی کا حکومتی الزام کا اگر بنظر غائر مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ تو صدیوں سے ہماری تاریخ کا حصہ ہے۔اندھیروں کے ساربان شاید اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ جس اسلام کے نام پر ملک حاصل کیا ہے اس اسلام کی ابتداء بھی معلم انسانیتؐ کے مدرسہ اصحاب صفہ سے ہوئی ہے۔مدرسے کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ اسلام کی تاریخ۔کیا قومی سلامتی کے نام پر ہمارے حال کو ماضی سے کاٹ کر بے حال کرنا چاہتے ہیں؟

دہشت گردی کے بیج تو ناقص حکومتی پالیسیوں کے نتیجے میں گزشتہ دو تین عشروں میں بوئے گئے۔اگر بقول ''بعض'' مدرسہ اور دہشت گردی لازم ملزوم ہوتے تو پہلے بھی دہشت گردی ہوتی۔

قومی سلامتی پالیسی میں ایک اور بات جو نشتر بن کر دل میں لگتی ہے کہ کثیر تعداد میں دہشت گرد جوان مدارس کے طلباء تھے یا ہیں۔جہاں ان کی ریاست کے خلاف ہتھیار اٹھانے کے لئے برین واشنگ کی گئی۔کثیر تعداد کے دہشت گردوں کو مدارس کے کھاتے میں ڈالنا اور ستم بالائے ستم یہ کہنا کہ مدارس میں ریاست کے خلاف ہتھیار اٹھانے کے لئے ذہن سازی کی جاتی ہے۔اگر ایسا ہوتا تو ان دو عشروں میں مدارس پر ریاستی جبر وتشدد کے ایسے مراحل بھی آئے کہ اگر یہ ریاست کے خلاف ہتھیار اٹھا لیتے تو آج نقشہ کچھ اور ہوتا۔تعجب تو اس بات کا ہے کہ دہشت گرد بھی اصحاب مدارس اور دہشت گردی کا نشانہ بھی یہی ہیں۔کیا شاگرد اپنے استادوں پر ہتھیار اٹھایا کرتے ہیں؟ کیا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ، مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ، مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ، مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ، مولانا مفتی عبدالمجید دین پوری شہیدؒ کو ان کے شاگردوں نے شہید کیا؟ کیا کراچی کے مدارس و مساجد کو علوم نبویؐ کے ان خوشہ چینوں نے تختہ مشق بنایا ہوا ہے؟

زیرِ صدارت
حکیم العصر محدث دوراں
ولی کامل مخدوم العلماء
حضرت اقدس
شیخ الحدیث
مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
تاریخی عظیم الشان
ختم نبوۃ کانفرنس
شمع ختم نبوت کے پروانوں سے شرکت کی درخواست ہے
بمقام
غلہ منڈی جھنگ
6 مئی 2014 بروز منگل بعد از نماز مغرب
یادگار اسلاف
حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری صاحب
خصوصی خطاب
قائد ملت اسلامیہ
حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مدظلہ
امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان
حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب
حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی صاحب
حضرت مولانا اللہ وسایا
حضرت مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری صاحب
محترم جناب لیاقت بلوچ صاحب
شعبہ نشر و اشاعت
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جھنگ
0307-3780833

قادیانی ملک و آئین پاکستان کے غدار ہیں: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

قادیانیت کسی مذہب و عقیدے کا نام نہیں بلکہ حضور اقدس ﷺ سے بغض و عناد کا نام ہے۔ تادم زیست اس گمراہ ٹولے کا مقابلہ جاری رکھیں گے۔ قادیانی آئین پاکستان کے منکر اور باغی ہیں۔ حکومت قادیانیوں کو آئین و قانون کا پابند بنائے۔ ان خیالات کا اظہار سہ روزہ ختم نبوت کورس جامعہ مسجد بلال پہلا گول چکر سمن آباد لاہور میں علماء نے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ ختم نبوت کورس سے مولانا مفتی محمد حسن، مولانا نعیم الدین، مولانا محمد اسماعیل محمدی، ڈاکٹر محمود الحسن عارف، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، محمد متین خالد، قادیانی جماعت کے موجودہ خلیفہ مرزا مسرور کا رضاعی بھتیجا شمس الدین، قاری علیم الدین شاکر، مولانا قاری عبدالعزیز، مولانا عبدالنعیم سمیت کئی علماء کرام کے لیکچر ہوئے۔ ماہرین فن نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت، حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام، کذبات مرزا اور قادیانی کافر کیوں؟ کے موضوع پر لیکچر دیے۔ علماء کرام نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا کام یہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اور قیامت والے دن حضور اقدس ﷺ کی شفاعت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ قادیانی آئین پاکستان کے غدار ہیں۔ ناموس رسالت قانون کے سب سے بڑے دشمن قادیانی ہیں۔ ناموس رسالت قانون میں کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ برداشت نہیں کریں گے۔ علماء کرام نے کہا کہ قادیانی عام طور پر سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلانے کے لئے علماء سے بدظن کرتے ہیں۔ قادیانیت زندیقیت کا نام ہے۔ تمام مسلمانوں کو ان سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ختم نبوت کے تحفظ کے کام سے روکنا یا قادیانیوں کی طرفداری کرنا اپنی قبر کو جہنم کا گڑھا بنانے کے مترادف ہیں۔ علماء کرام نے تمام شرکاء سے اس بات کا عہد لیا کہ 12 اپریل تاریخ ساز ختم نبوت کانفرنس جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ لاہور میں بھرپور انداز میں شرکت کریں۔ ختم نبوت کورس میں سینکڑوں نوجوانوں نے شرکت کی۔ شرکاء کورس کو تعریفی اسناد، ختم نبوت کے متعلق معلوماتی لٹریچر اور کتب دی گئیں۔ کورس کا اختتام ڈاکٹر محمود الحسن عارف (پنجاب یونیورسٹی) کی دعا پر ہوا۔

MONTHLY LAULAK MULTAN REGD. Number M-108

فما تستیہ یا دری

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے
مرکزی دار المبلغین کے زیر اہتمام

مدرسہ ختم نبوۃ مسلم کالونی چناب نگر میں

لا نبی بعدی

33 واں

سالانہ ختمِ نبوۃ کورس

نامور علماء ومناظرین و
ماہرینِ فن لیکچر دیں گے
ان شاء اللہ

بتاریخ
2 شعبان ۱۴۳۵ھ تا 25 شعبان ۱۴۳۵ھ
بمطابق
31 مئی 2014ء تا 23 جون 2014ء

زیر سرپرستی
حکیم العصر محدث دوراں
ولی کامل مخدوم العلماء
حضرت اقدس
شیخ الحدیث
مولانا
عبد المجید لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

✦ کورس میں شرکت کے خواہشمند حضرات کیلئے کم از کم درجہ رابعہ یا میٹرک پاس ہونا ضروری ہے ✦ شرکاء کو کاغذ قلم، رہائش خوراک، نقد وظیفہ، منتخب کتب کا سیٹ دیا جائے گا ✦ کورس کے اختتام پر امتحان ہوگا کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی نیز پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب اور نقد انعام دیا جائے گا۔ ✦ داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں جس میں نام، ولدیت مکمل پتہ اور تعلیمی تفصیل لکھی ہو موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا انتہائی ضروری ہے

درخواستوں کیلئے پتہ

شعبہ نشر و اشاعت عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ

برائے رابطہ
مولانا عزیز الرحمن ثانی
0300-4304277
مولانا غلام رسول دین پوری
0300-6733670